اپریل
2024ء

یَا اللہ!
فلسطین کے
مسلمانوں کی مدد فرما
آمین

حِکۡمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ ۝۵ (القمر:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

مسلمانانِ پاکستان کو
لیلۃُ القدر کے ساتھ یومِ آزادی
اور
عید الفطر مبارک ہو

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 18 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | رمضان/شوال :1445ھ

شمارہ : 04 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | اپریل : 2024ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت:
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اثیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندورنِ ملک 800 روپے | معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		6
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	8
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقی ؒ	10
ایمان کی حلاوت (درسِ حدیث)	5	حافظ عطاء الرحمٰن	20
......یہ عید بھی عیدِ محکوماں ہی رہے گی	6	انجینئر مختار فاروقی ؒ	27
سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت (16)	7	انجینئر فیضان حسن	31
اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت و اِفادیت	8	مولانا امین عزیز بھٹی	44
علامہ اقبال کا خواب!..................	9	محمد منظور انور	51
شجر غرقد	10	ڈاکٹر رب نواز چشتی	57
مدیر کے نام	11	ڈاکٹر ضمیر اختر خان	59
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰی ﷺ است	12	عبداللہ ابراہیم	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھریؒ

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	264-262

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

جولوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں صرف کرتے ہیں

Those who spend their wealth in Allah's cause;

ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًی

پھراس کے بعد نہ اس خرچ کا کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں

Then, they do not supplement their charity

with reminders of the gift and injury

(to the feelings of the recipient):

لَّہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس تیار ہے

Their reward is reserved for them, with their Lord.

وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۶۲﴾

اور (قیامت کے روز) نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

They have nothing to fear, nor would they regret.

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ

نرم بات کہہ دینی اور در گذر کرنا

To speak a nice word and ask for forgiveness

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى

اس خیرات دینے سے بہتر ہے جس کے بعد لینے والے کو ایذا دی جائے

is better Than a charity, followed
by an injury (to one's heart)

وَ اللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

اور اللہ بے نیاز ہے بردبار ہے

And Allah is Self Sufficient, Forbearing.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ

اے ایمان والو! اپنے صدقات (وخیرات) برباد نہ کر دینا

O the believers! Don't make your charity worthless,

بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى

احسان رکھنے اور ایذا دینے سے

By reminder of your generosit and also
by (causing) injury (to feelings of the recipient),

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے

Like those who spend their wealth
to be seen by the people,

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا

Believing neither in Allah nor in the last day.

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو

Its example is like one of a hard baron rock,

covered with a thin layer of soil

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا

اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے

Then a rain storm hits it and turns it to a bare rock.

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا

(اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے

Such people will not gain any reward of what

(they thought) they earned.

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا

And Allah does not guide such thankless people.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

اللّٰھُمَّ

اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ

جب شب قدر ہوتی ہے

نَزَلَ جِبْرِیلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ **فِیْ کَبْکَبَۃٍ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ**

تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اُترتے ہیں،

یُصَلُّونَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ

ہر اس بندے کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے

فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیدِھِمْ، یَعْنِی یَوْمَ فِطْرِھِمْ

پھر جب عید کا دن یعنی فطر کا دن ہوتا ہے

بَاھٰی بِھِمْ مَلَائِکَتَہٗ

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں پر فخر کرتا ہے

فَقَالَ: یَا مَلَائِکَتِی

فرماتا ہے: میرے فرشتو! بتاؤ

مَا جَزَاءُ أَجِیرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ؟

کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر دے

قَالُوا: رَبَّنَا جَزَاؤُہٗ أَنْ یُّوفّٰی أَجْرَہٗ

فرشتے کہتے ہیں: اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی اُجرت اس کو پوری دے دی جائے

قَالَ: مَلَائِكَتِي

اللہ فرماتا ہے: میرے فرشتو!

عَبِيدِي وَ اِمَائِي قَضَوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ

میرے بندوں اور بندیوں نے میرا وہ فرض پورا کر دیا جو اُن پر تھا

ثُمَّ خَرَجُوا يَعِجُّونَ اِلَيَّ بِالدُّعَاءِ

اس کے بعد وہ نکل کر مجھ سے بآواز بلند دعا کرتے ہیں

وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي

میری عزت کی، میرے جلال کی، میرے کرم کی،

میری بلند شان کی اور میرے بلند مقام کی قسم

لَأُجِيبَنَّهُمْ

میں ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا

فَيَقُولُ: ارْجِعُوا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اب تم واپس چلے جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے

وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ

اور میں نے تمہاری برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دیا ہے

قَالَ: فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ واپس ہوتے ہیں تو ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے

(شعب الایمان، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

ع زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

ماہِ رمضان روشنی کی ایک کرن

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

رمضان کا عظمت، رحمت اور برکت والا مہینہ ایک بار پھر سایہ فگن ہے۔ اُمت مسلمہ کی بے حسی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں یہ مبارک مہینہ روشنی کی ایک کرن کی مانند ہے۔ بظاہر تو اُمت مسلمہ کو جگانے کی تمام تر تدابیر ناکام نظر آتی ہیں۔تعلق مع اللہ، حُبّ رسول اللہ ﷺ، تمسّک بالقرآن، وعظ و نصیحت، ہمت و غیرت ــــ یہ تمام پہلو تو ایک طرف رہے، ''عذابِ ادنیٰ'' کی سی کیفیات بھی اس اُمت کو جھنجھوڑ رہی ہیں مگر تا حال یہ بھی جگانے میں کامیاب نظر نہیں آتیں۔ بقول علامہ اقبال:

ع بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو

اُمت سے لے کر فردِ واحد تک شاید ہی کوئی ہو جو سچی توبہ کرنے پر آمادہ نظر آئے۔ 60 کے قریب ممالک میں بٹی ہوئی اُمت کے افراد ذاتی سطح پر بھی، ملکی سطح پر بھی اور عالمی سطح پر بھی ایک عجب بے حسی کا شکار ہیں۔ عالمی سطح پر مظلوم مسلمانوں کی مدد خصوصاً فلسطین کے مسلمانوں کی مدد کا معاملہ ہو ــــ ملکی سطح پر اپنے ملک میں دین کے غلبے کی جدوجہد کا معاملہ ہو ــــ یا ــــ ذاتی سطح پر اللہ کی بندگی کا عہد نبھانے کا معاملہ ہو ــــ سب اعتبارات سے صورت حال ناگفتہ بہ ہے۔

اُمت کو اس پستی میں پہنچا دینے والے کرداروں میں چند بڑے بڑے نام شیاطین لعین اوراس کی ذُرّیت اورنفوسِ اَمارہ ہیں جو ازل سے ہی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ ___ امید کی کرن ___ ان معنوں میں ہے کہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق اس ماہِ مبارک میں شیطانِ لعین اوراس کی ذُرّیت قید کردی جاتی ہے، جنت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند بھی کردیے جاتے، یہ مواسات (ہمدردی) کا بھی مہینہ ہے اوراس مہینے میں مسلمانوں میں نیکی کا جذبہ بھی کچھ نمایاں ہوجاتا ہے۔

اُمت کے بہی خواہوں (علماء، صلحاء، ائمہ کرام، واعظین) سے دست بستہ عرض ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک مرتبہ پھر ایک نئے جذبے سے اس اُمت کو جگانے کی کوشش کی جائے۔ شیطان لعین اوراس کی ذُرّیت کی غیر موجودگی میں کیا عجب یہ اُمت اپنے نفوسِ امارہ کو شکست دے کر بیدار ہوجائے اور 'خیر اُمت' والے اپنے حقیقی منصب کو سنبھالنے پر تیار ہوجائے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس فریضے کی نئے جذبے سے ادائیگی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے بھرپور اُمید ہے کہ وہ ہم سے اپنا وہ عذاب بھی ہٹالے گا کہ جس کے نتیجے میں ہم اپنی دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہوچکے ہیں۔ مؤمن کا سب سے قیمتی ہتھیار ___ دعا ___ شاید دوبارہ کارآمد ہوجائے اور دعا ___ یہ رمضان المبارک کی محنتوں کا حاصل بھی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس مہینے میں شیطان لعین اوراس کی ذُرّیت کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر امت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایک بھرپور تحریک برپا کی جائے اورسحری و افطاری کے وقت اور شب قدر کی مبارک ساعتوں میں دعا جیسے طاقتور ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے امت کو جگانے کی کوشش کی جائے۔

اَلسَّعۡیُ مِنَّا وَ الۡاِتۡمَامُ مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ

دورۃ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

آیات 21 تا 30

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ بے شک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ کی آیات کا

وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ اور نبیوں کو بلا جواز قتل کرتے ہیں

یہ یہود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کفر بھی کر رہے ہیں اور اللہ کے نبیوں کو بلا جواز قتل بھی کر دیتے رہے ہیں

وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ اور وہ قتل کرتے ہیں ان کو جو لوگوں کو انصاف کا حکم کرتے ہیں

صرف نبیوں کو ہی نہیں، وہ لوگ جو دنیا میں حق کے علمبردار ہیں اور نبیوں کے نقش قدم پر اور نیکی کے راستے پر چلتے ہوئے انصاف اور قسط کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کھڑے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کو بھی قتل کر دیتے رہے ہیں۔ یہ انسانی مزاج ہے کہ جب آدمی خود گمراہ ہوتا ہے اور وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہی غلط راستہ اختیار کرنا ہے تو اس کو نیکی کی دعوت دینے والے لوگ اچھے نہیں لگتے۔ اس لیے کہ اس کا contrast اور تضاد بہت ہوتا ہے۔ وہ ہر اس آدمی کو جو نیکی کی دعوت دیتا ہے ختم کر کے اس کی آواز کو دبا دینا چاہتا ہے۔ یہود بھی ایسے ہی کرتے رہے ہیں وہ اسی لیے نبیوں کو مارتے رہے اور نبیوں کے علاوہ جو آدمی بھی حق کی بات لے کر اور حق کا علمبردار بن کر

اٹھا اس کو بھی قتل کر دیتے رہے۔

فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۱﴾ تو ایسے لوگوں کو خوشخبری سنا دیجیے دردناک عذاب کی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے سارے عمل ضائع ہو گئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

یہ ایسے بدبخت لوگ ہیں کہ انہوں نے جو محنت کی اس کا دنیا میں بھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا اور آخرت میں بھی کوئی اچھا نتیجہ سامنے نہیں آئے گا، ان کو عذاب ہوگا۔

وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۲۲﴾ اور ان کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔

قیامت کے دن کوئی ان کے حق میں بولنے والا بھی نہیں ہوگا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ اے نبی! کیا آپ نے دیکھا اُن لوگوں کو جن کو کتاب میں سے ایک حصہ ملا تھا

یہاں تورات، زبور اور قرآن مجید کو الکتاب کہا گیا ہے یعنی الکتاب ایک بڑی کتاب ہے جس کا تورات بھی ایک حصہ تھی، زبور بھی ایک حصہ تھی اور قرآن مجید بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ تو جن کو اُس بڑی کتاب کا ایک حصہ ملا تھا

يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ کی کتاب کی طرف

یعنی قرآن کی طرف کہ یہ بھی اس الکتاب کا ہی حصہ ہے اس کی تعلیمات بھی وہی ہیں تو آؤ اس پر ایمان لے آؤ

لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ پھر منہ پھیرتے ہیں بعض ان میں سے

وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وہ اس سے تغافل بھرتتے ہیں

وہ انکار کیوں کرتے ہیں؟ آدمی کا جو طرزِ عمل بدل جاتا ہے اس کے پیچھے انسان کی ایک سوچ ہوتی ہے کوئی فلسفہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آدمی کا طرزِ عمل بدلتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں آگ ہمیں نہیں چھوئے گی قیامت کے دن مگر گنتی کے چند دن

ہم تو اللہ کے چہیتے ہیں، اگر جہنم میں جانا ہوا بھی تو بس ڈال کر نکال لیا جائے گا

وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ اور ان کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے ان کے دین کے بارے میں ان اپنی بنائی ہوئی باتوں نے

اس لیے وہ کسی دوسرے سے حق بات سننے کو تیار نہیں ہیں

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ تو کیسا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک ایسے دن جس میں کوئی شک نہیں ہے

وہ کتنے بڑے دھوکے میں ہیں کہ سمجھ رہے ہیں کہ آخرت ہوگی اور ہمیں پکڑا نہیں جائے گا اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس دن ان کو حیرت ہوگی کہ ہم کیا سمجھتے تھے اور ہو کیا گیا۔ تو کیسا حال ہوگا ان کا اس دن جس میں وہ جمع کیے جائیں گے؟ ایک آدمی وہ ہے جس کو آخرت کی فکر ہے اور وہ اس کے لیے کچھ ٹوٹی پھوٹی کوشش بھی کر رہا ہے اس کو کچھ نہ کچھ مل جائے گا کیونکہ اس کو احساس ہے اور اس کے لیے اس نے کوشش تو کی ہے۔ ایک آدمی سمجھتا ہے وہاں مجھے تو ہتھکڑی لگے گی ہی نہیں اور اس کو وہاں ہتھکڑی بھی لگ جائے اور جیل یعنی جہنم میں بھی گھسیٹ کر ڈال دیا جائے تو حیرت تو اصل میں اس کو ہوگی کہ میں کیا سمجھتا رہا اور ہو میرے ساتھ کیا گیا ہے۔ تو اس کی اس کیفیت کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اور ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ کسی نے کمایا ہوگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ اے نبی! آپ فرما دیجیے اے اللہ! اے سلطنت کے مالک!

تو ہی سلطنت کا مالک ہے آسمان زمین یہ سب کچھ تو نے بنایا ہے انسانوں کو تو نے پیدا کیا ہے اور بسایا ہے تو ہی اس کا اصل مالک ہے۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ تو جس کو چاہتا ہے سلطنت دے دیتا ہے

یعنی اس میں سے جتنا چاہتا ہے اور جس کو چاہتا اختیار دے دیتا ہے

وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ اور تو جس سے چاہتا ہے سلطنت لے لیتا ہے

اب یہ اس کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ البقرہ میں ہم پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک امت کو پیچھے

ہٹا رہا تھا وہ پس پردہ جا رہی تھی اور دوسری امت کو اللہ تعالیٰ آگے لا رہا تھا۔ اُن کی نمائندگی کا دور ختم ہو رہا تھا اور ایک مسلمان امت کو سامنے لایا جا رہا تھا۔ اس پس منظر میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ! تیرا اختیار ہے تو نے دو ہزار سال تک یہود کو اس منصب پر فائز رکھا ہے، اب ان کو ہٹایا ہے تو تیرا ہی اختیار ہے اور اگر دوسروں کو لا رہا ہے مسلمانوں کو اب وہ موقع دے رہا ہے اور جنگ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ مزید فتوحات عطا فرمائے گا اور یہ دو اور تین ہجری کی بات ہے اس کے چند ہی سال بعد آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہو جائے گا۔ تو اے اللہ یہ تیرا ہی اختیار ہے جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے وہ چھین لیتا ہے

وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ — اور اے اللہ جس کو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے

یعنی یہ جو منصب سے ہٹائے گئے ہیں یہ ذلت ہی ہے اور اب مسلمانوں کو اللہ وہ عزت دے رہا ہے تو یہ اللہ ہی کا اختیار ہے اور جو اس اختیار کے لیے عملی کوشش کرے گا اسی کو اللہ یہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کے یہ تقاضے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ مسلمانوں کو دنیا میں وہ عزت کا مقام دوبارہ ملے اور اس دنیا میں وہ خلافت کا نظام دوبارہ جاری ہو۔

بِيَدِكَ الْخَيْرُ — کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے

یا جو کچھ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کرتا ہے اس میں خیر ہی خیر ہوتی ہے

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ — بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ — تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں

وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ — اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں

وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ — اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ میں سے

وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ — اور تو نکالتا ہے تو مردہ کو زندہ میں سے

وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ — اور تو جس کو چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے

یہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا مفہوم تو بڑا واضح ہے۔ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالنے کی جو عام تاویل علماء نے کی ہے وہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ چیز میں

سے مردہ چیز نکالتا ہے جیسے مرغی انڈہ دیتی ہے تو انڈہ مردہ چیز ہے۔ پھر اسی مردہ چیز یعنی انڈے میں سے اللہ تعالیٰ زندہ چیز یعنی چوزہ نکال دیتا ہے۔ لیکن اگر اُس واقعہ میں غور کریں جو ہم نے سورۂ بقرہ کی آیت 234 میں یہود کی تاریخ سے پڑھا کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ موت کے ڈر سے نکلے تھے ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ تو اللہ نے ان سے فرمایا: تم مرجاؤ (وہ مرگئے) پھر ان کو زندہ کر دیا۔ تو یہ جو اخلاقی زندگی اور اخلاقی موت ہے یہ بھی قوموں کو اللہ ہی عطا فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک قوم کو صلاحیتیں عطا فرماتا ہے تو وہ دنیا میں عروج پر چلی جاتی ہے گویا وہ زندہ قوم ہو جاتی ہے اور وہی کسی قوم کو قعرِ مذلت میں گرا دیتا ہے تو مردہ قوم ہو جاتی ہے۔ تو وہ مفہوم اسی آیت سے حاصل ہو جاتا ہے یعنی ایک قوم عروج حاصل کرتی ہے پھر مردہ ہو جاتی ہے پھر اس قوم کو دوبارہ زندگی عطا فرما دیتا ہے۔ تو یہ عروج و زوال خاص طور پر ان قوموں کے ساتھ جو اللہ کی نمائندگی کرتی ہیں، لگا ہوا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اہل ایمان کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دلی دوست بنائیں اہل ایمان کو چھوڑ کر

یعنی ایمان والوں کو کافروں سے دلی دوستیاں نہیں رکھنی چاہئیں

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اور جو کوئی ایسا کرے گا اللہ کی طرف سے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے

جو اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرے گا اس کا اللہ سے تعلق نہیں رہے گا۔

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً مگر یہ کہ تمہیں ان سے بچنے کے لیے کوئی بچاؤ کرنا ہو

صرف یہ استثناء ہے کہ کوئی اجتماعی فائدہ مقصود ہو تو ٹھیک ہے ورنہ کافروں سے مستقل دوستی کا تعلق اللہ کو منظور نہیں ہے۔ یہاں جو لفظ تُقاۃ آیا ہے کہ تمہیں بچاؤ کرنا ہو۔ اس پر ایک گروہ نے تقیہ کا پورا فلسفہ بنالیا ہے جس کو انہوں نے بڑھا چڑھا کر کہیں کا کہیں پہنچا دیا ہے کہ اب وہ عام مسلمانوں سے اپنے اصل عقائد ہمیشہ چھپا کر رکھتے ہیں اور اس کو بڑا نیکی کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ آسمانی ہدایت کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے کہ آدمی اللہ کے دین کے لیے آگے بڑھے، حق کا اظہار کرے، حق کو پھیلائے، حق کا گواہ بن کر کھڑا ہو۔ اس کے برعکس وہ اپنے اصل عقائد کو چھپاتے

ہیں۔تو جو کچھ قرآن وحدیث میں ہدایت ہے یہ اس سے تو بالکل الٹ ہی معاملہ ہو گیا ہے۔

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ — اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے

وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ — اور اللہ ہی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ — (اے نبی) ان سے فرما دیجیے اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا ظاہر کر دو اللہ تو اس کو جانتا ہے

یعنی لوگ ہوسکتا ہے نہ جانیں لیکن اللہ کے علم میں تو ہے۔

وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ — اور اس اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا — (یاد کرو) وہ دن کہ جس میں ہر شخص اپنے سامنے حاضر پائے گا اس نیکی کو جو اس نے کی تھی

وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ — اور اس برائی کو بھی جو اس نے کی تھی

قیامت کے دن جس نے نیک اعمال کیے ہوں گے وہ بھی سامنے آجائیں گے اور جس نے برائی کمائی ہوگی وہ بھی ظاہر ہو جائے گی۔

تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا — وہ اس دن خواہش کرے گا کہ اے کاش اُس کے اور اِس کے درمیان بہت فاصلہ ہو جائے

یعنی میرے اعمال کے نتیجے اور میرے درمیان بعد المشرقین ہو جائے اور میں اپنے انجام کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھوں۔ مجھے نہیں اندازہ تھا کہ میرے برے اعمال کا یہ نتیجہ نکلے گا۔

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ — اور اللہ تعالیٰ اپنے آپ سے تمہیں ڈراتا ہے

اب موقع ہے کہ اس دن کو یاد کر کے کچھ اعمال کر لو اور اس دن کی حسرت سے بچ جاؤ۔ اپنے طرزِ عمل میں کچھ تبدیلی کر لو تو کل حسرت سے تمہیں نہیں کہنا پڑے گا کہ کاش میرے اعمال کے نتیجے میں اور میرے درمیان کچھ فاصلہ ہو جائے۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ — اور اللہ تو بڑا مہربان ہے بندوں پر

لیکن لوگ ہی اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں تو کیا کیا جائے۔

آیات 31 تا 32

اگلی دو آیتوں میں دو بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں ایک ہے اللہ کی محبت۔ اس کا ذکر بھی سورۃ البقرہ میں آچکا ہے ﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾ جو اہل ایمان ہیں وہ اللہ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔ اور دوسرا ہے اللہ کی اطاعت۔ ایمان اور اسلام کا تقاضا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ ان دونوں کے لیے پیمانہ کیا بنے گا؟ وہ ان دو آیتوں میں ہے۔ اللہ کی محبت کا پیمانہ تو یہ ہے

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ (اے نبی!) آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو

فَاتَّبِعُوۡنِیۡ تو میری اتباع کرو

اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کرو یعنی جیسے انہوں نے زندگی گزاری ویسے زندگی گزارو تمہاری محبت کا یہی تقاضا ہے

یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا

اس لیے کہ معاملہ دوطرفہ ہے تم اللہ سے محبت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا

وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ اور اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا

وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۱﴾ اور اللہ ہی غفور رحیم ہے

اور جو اطاعت کا معاملہ ہے، اس کے بارے میں فرمایا

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ (اے نبی!) آپ فرما دیجیے: اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی

اللہ کی اطاعت کا عملی نمونہ، رسول کی اطاعت ہے۔ دوسری جگہ بہت وضاحت کے ساتھ ہے کہ ﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ تو اللہ کی اطاعت کا پیمانہ اطاعت رسول ہے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا پھر وہ منہ موڑیں

اگر یہ ان پر بھاری پڑے کہ یہ تو بہت مشکل ہے تو گویا کہ یہ انھوں نے کفر کیا ہے

فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا

یہاں پہلا مضمون ختم ہوا، یعنی اس سورۃ کے پہلے نصف کا 1/3 حصہ یہاں تک ہے۔

آیات 33 تا 37

اگلی 31 آیات نصاریٰ سے خطاب ہے۔ اس حصہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر زیادہ ہے اور ان کے ساتھ حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم بچپن ہی سے حضرت زکریا کی زیر کفالت رہی ہیں۔ وہ اس وقت بنی اسرائیل کے سب سے بڑے بزرگ تھے۔ حضرت زکریا کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ تقریباً ہمعصر ہیں۔ ان تمام کے واقعات یہاں آ رہے ہیں۔ تمہید کے طور پر پہلے اوپر سے تھوڑے سے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو تمام جہانوں پر

یعنی پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو چنا, ان کی اولاد میں آگے آ کر حضرت نوح علیہ السلام کو چنا پھر ان کی نسل میں سے کچھ آگے آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور اس میں سے اور آگے آ کر آل عمران کو چن لیا ہے جن کا یہ تذکرہ ہو رہا ہے۔ تاریخ میں دو عمران بہت مشہور ہیں ایک عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں اور دوسرے حضرت مریم کے والد ہیں۔ ان دونوں کا تذکرہ بنی اسرائیل میں زیادہ ہے اسی لیے یہاں آلِ عمران فرمایا۔

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ان میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں

یہ ساری نسل انسانی ایک ہی انسانی جوڑے کی اولاد ہیں

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ یاد کرو جب کہا تھا عمران کی عورت نے

یعنی حضرت مریم کی والدہ عمران کی عورت ہیں اور حضرت مریم کے والد عمران تھے۔ یہاں سے حضرت مریم کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے پھر آگے حضرت عیسیٰ کا تذکرہ آ جائے گا۔ حضرت مریم کی والدہ حضرت مریم کی ولادت سے پہلے دعا کر رہی ہیں کہ

رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا اے میرے رب! میں نے نذر مانی ہے کہ جو میرے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہوگا

اے اللہ! میں امید سے ہوں۔ مجھے نہیں معلوم نہیں کہ بیٹا ہوگا یا بیٹی لیکن امید کرتی ہوں کہ بیٹا ہوگا۔ تو جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اے اللہ! میں تیرے دین کی خدمت کے لیے اس کو وقف کرتی ہوں۔ اُس پر جو بھی میری اطاعت فرض ہے اس سے میں اس کو آزاد کرتی ہوں، وہ میرا کوئی کام نہ کرے، میری کوئی خدمت نہ کرے۔ واقعتاً یہ بہت اعلیٰ درجے کی خواہش ہے اگر یہ کسی خاتون یا کسی آدمی میں ہو کہ میرا جو بچہ ہوگا وہ اللہ کے دین کے لیے وقف کر دوں گا۔ حالانکہ آدمی کے دنیاوی منصوبے بہت ہوتے ہیں لیکن دین کے لیے منصوبے ہوں تو کیا ہی اچھی بات ہے۔

فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اے اللہ تو میری طرف سے اس کو قبول فرما

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ بے شک تو سننے والا ہے جاننے والا ہے

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى پھر جب اس عورت کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو اس نے کہا: اے میرے رب یہ میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے

میں تو سوچتی تھی بیٹا ہوگا وہ تیرے دین کی خدمت کرے گا اب یہ تو بیٹی ہوگئی۔ انہیں خیال آیا کہ بیٹی کیا دین کی خدمت کرے گی۔ حالانکہ وہ عمران کی بیوی نہیں جانتی تھی کہ یہ بیٹی جو مریم ہوئی ہے یہ کتنے ہی مردوں سے زیادہ حیثیت والی ہوگی اور عزت والی ہوگی اللہ کے ہاں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ (اللہ نے فرمایا کہ) اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس نے کیا جنا ہے

اللہ کو پہلے ہی پتہ تھا کہ کیا ہوگا

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى اور لڑکا لڑکی کے برابر نہیں ہے

یہ اللہ کا بھی کلام ہوسکتا ہے کہ اللہ نے کہا یہ لڑکی لڑکوں سے کہیں اچھی ہے اور یہ حضرت مریم کی والدہ کے بھی الفاظ ہوسکتے ہیں کہ بیٹی تو لڑکے کے برابر نہیں ہوسکتی، اب میں کیا کروں۔

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ اور (کہا کہ) میں اس بیٹی کا نام مریم رکھ رہی ہوں

وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ اور میں اس بیٹی کو تیری پناہ میں دے رہی ہوں اور اس کی جو اولاد ہوگی اس کو بھی کہ ان کو شیطان مردود سے بچائے رکھنا

کتنی پیاری دعا ہے، کتنی اچھی خواہشات ہیں۔ اگر دنیاوی مفادات کے لیے نہ ہو یہ تو بہت ہی اعلیٰ درجے کی سوچ ہے۔ ایسی دعا تو اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتے ہیں

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ تو اس کے رب نے اس کو قبولِ حسن عطا فرمایا (بہت اچھی طرح قبول کیا)

وَّ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور حضرت مریم کی پرورش فرمائی بہت ہی اچھے طریقے پر بہت ہی اعلیٰ درجے پر ان کی تربیت ہوئی

وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا اور ان کی کفالت کی زکریا نے

جو ان کا ہیکل سلیمانی تھا اس میں کمرے بنے ہوئے تھے جن میں بیت المقدس کی خدمت کرنے والے لوگ رہتے تھے۔ تو اسی میں سے ایک حجرہ جس کو محراب کہتے ہیں حضرت مریم کو بھی دے دیا گیا۔ جس طرح شاہی مسجد لاہور کے چاروں طرف کچھ کمرے بنے ہوئے ہیں اسی طرح کی کوئی صورت حال تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام جو اس وقت بہت بوڑھے تھے وہ ان کی کفالت کرتے تھے وہ ان کی ضرویات کا خیال رکھتے تھے۔ پھر یوں سمجھیں کہ حضرت مریم کچھ بڑی اور شعور والی ہوگئیں، وہ حضرت زکریا کے زیر تربیت تھیں تو

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا جب کبھی حضرت زکریا حضرت مریم کے حجرے میں داخل ہوتے تھے وہ اس کے پاس رزق پاتے تھے

رزق سے پھل بھی مراد ہوسکتے ہیں۔ کہ ہم جو راشن دیتے ہیں اس میں تو یہ پھل نہیں ہوتے۔ تو اے مریم! تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آگئے۔ یا اس سے مراد وہ حکمت کی باتیں بھی ہیں کہ ابھی چھوٹی عمر ہے، ابھی زیر تربیت ہے لیکن اتنے دقیق مسائل اور حکمت کی باتیں ان کی زبان پر آتی ہیں کہ حضرت زکریا فرماتے تھے کہ کہاں سے تمہیں یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا وہ کہتے تھے کہ اے مریم! تمہارے پاس کہاں سے آیا یہ رزق

قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ حضرت مریمؑ نے کہا کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے ہیں اللہ مجھے عطا فرما رہا ہے یعنی چاہے وہ پھل اور میوے ہوں چاہے وہ حکمت کی باتیں ہوں

اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بلاحساب رزق عطا فرماتا ہے۔

درسِ حدیث

ایمان کی حلاوت

حافظ عطاء الرحمٰن

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ: أَنْ یَکُونَ اللّٰہُ وَ رَسُولُہٗ أَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَ أَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ، وَ أَنْ یَکْرَہَ أَنْ یَعُودَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ أَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ (متفق علیہ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:‘‘

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ:

’’جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت (مٹھاس) حاصل کر لے گا:‘‘

گویا کہ ایمان میں بھی حلاوت، مٹھاس اور لذت ہوتی ہے لیکن جس طرح کسی میٹھی چیز کی لذت کو ایک صحت مند انسان ہی محسوس کرتا اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور بیمار آدمی کو بسا اوقات شہد بھی کڑوا لگتا ہے، اسی طرح ایمان کی مٹھاس اُسی انسان کو نصیب ہوتی ہے جس کو حقیقی اور اعلیٰ درجے کا ایمان حاصل ہوتا ہے۔ ہم بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن کیا ہمارا ایمان ایسا ہے کہ ہمیں اس کی لذت اور حلاوت محسوس ہو؟ عمومی صورتحال تو اس کے برعکس دکھائی دیتی ہے؛ اس لیے کہ ہم میں سے اکثر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر اپنی خواہشات کو قربان کرنا بھی بہت ناگوار ہوتا ہے، ہم میں سے بہت سے ایمان کے دعویدار لوگ صبح کی نماز کے

لیے اپنی نیند کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے جوابِ شکوہ نظم میں کہا ہے:

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے! ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے تمہی کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے؟

یہ صورتحال ایمان کے کمزور یعنی ایمانی صحت خراب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جب کسی شخص کو حقیقی اور اعلیٰ ایمان نصیب ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے لیے رات کی نیند قربان کرنے میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے، پھر اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت میں تکلیف اور مشقت برداشت کرنے میں بھی دل خوش ہوتا ہے۔ اور ہم سے اللہ تعالیٰ ایسے حقیقی ایمان ہی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں جس میں ہوں اُس کو ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے گویا یہ تین چیزیں حقیقی اور اعلیٰ درجے کے ایمان کی علامتیں ہیں:

(۱) أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

''یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں''

یعنی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی محبت دوسری تمام محبتوں پر غالب ہو۔

(۲) وَ أَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ،

''اور یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو اس سے محبت صرف اللہ کے لیے کرے''

یعنی وہ اللہ کی محبت سے ایسا سرشار ہو کہ اگر اسے کسی انسان، کسی چیز، کسی عمل اور کسی طرزِ زندگی سے کوئی لگاؤ ہو تو صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ مثلاً وہ کسی کو اپنا لیڈر یا پیشوا مانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر اس سے لگاؤ رکھتا ہے۔

(۳) وَ أَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ

''اور یہ کہ وہ کفر میں جانے سے ایسے نفرت کرے جیسے آگ میں پھینکے جانے سے نفرت کرتا ہے''۔

یعنی اللہ کا دین اور اسلامی نظام اس کو اتنا محبوب ہو کہ اس کو چھوڑ کر کسی کفر و شرک (اور فسق و فجور میں مبتلا ہونے) کے خیال سے بھی اسے اتنی اذیت اور ناگواری ہوتی ہو جتنا کہ اس کو آگ میں ڈالے

جانے پر ہوتی ہے۔

یہ تین باتیں جس میں پائی جائیں اس کو ایمان کی حقیقت نصیب ہوتی ہے اور پھر اسے ایمان کی حلاوت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایمان کی حقیقت حاصل تھی اور اسی وجہ سے وہ اللہ رب العزت کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی نہیں گھبراتے تھے، ان کا ایمان ایسا تھا کہ اللہ کا حکم آنے پر انھوں نے زندگی بھر کی منہ لگی شراب کو فوراً اور ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہماری طرح ایمان کا صرف رسمی یا زبانی دعویٰ نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی محبت سے سرشار تھے اور انھیں ایمان کی حقیقت حاصل تھی۔ سورۂ حجرات میں ہے کہ

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ

”لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو پُرکشش بنا دیا ہے اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہ کی اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی ہے“۔

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں مشابہت کے باوجود، بہت زیادہ فرق ہوتا ہے، مثلاً شیر ایک درندہ جانور ہے۔ حقیقی شیر کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے لوگ اس کے قریب بھی نہیں جاتے لیکن اگر لکڑی یا پلاسٹک وغیرہ سے شیر کی ظاہری صورت بنا دی جائے یا اس کی کھال میں کوئی بھوسہ وغیرہ بھر کر کسی جگہ رکھ دیا جائے تو اس سے کوئی نہیں ڈرتا۔ کیونکہ صورت کبھی نہ حقیقت کے قائم مقام ہو سکتی ہے اور نہ صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ کر سکتی۔ ایک چھوٹا بچہ اپنے کمزور ہاتھوں سے ایک بھس بھرے شیر کو دھکا دے کر گرا دیتا ہے کیونکہ بچہ خواہ کمزور سہی لیکن وہ حقیقت ہے اور شیر اس وقت محض صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر غالب آ جاتی ہے۔

اسی طرح ایمان اور اسلام کی بھی ایک حقیقت ہے اور ایک صورت۔ اگر ہم باطل آمیز حقائق کے مقابلے میں غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ظاہری، رسمی یا محض زبانی ایمان اور اسلام کافی نہیں ہے بلکہ ایمان و اسلام کی حقیقت درکار ہے۔ آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ

ہماری ایمان اور اسلام کی ظاہری صورت ـــــ حقیر سی نفسانی خواہش اور معمولی سی سختی کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ یہ کلمہ طیبہ جو کبھی گردن کٹوا دینے کی طاقت رکھتا تھا اور مال و اولاد کو اللہ کی راہ میں بے تکلف قربان کرنے کی قوت رکھتا ہے آج ہم سے معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا، ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ وہ کلمے کی حقیقت تھی جس کے کارنامے ہم سیرت کی کتابوں میں پڑھتے ہیں اور یہ کلمے کی محض صورت ہے جس کی بے اثری ہم دن رات دیکھتے ہیں۔

ایمان کی حقیقت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ اس پر بھی ہمیں غور کرنا چاہیے اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایمان کی حقیقت کے حصول کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو سمجھ کر پڑھا جائے، ان میں تذکر و تدبر کیا جائے اور درسِ قرآن کی مجالس میں شرکت کی جائے۔ اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

(اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کو ایمان میں ترقی حاصل ہوتی ہے)۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سچے اہلِ ایمان کی صحبت اختیار کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ O (توبہ:۱۱۹)

(اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو)۔

یعنی جو لوگ زبان کے بھی سچے ہوں اور عمل کے بھی سچے ہوں ان کے ساتھ رہا کرو۔ ایسے سچے لوگوں کی صحبت کا فائدہ تو ہوتا ہی ہے ان کی سیرت کا مطالعہ بھی ایمان میں ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ ذیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے چند واقعات بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ ان کو جو حقیقی ایمان حاصل تھا اس کے اثرات کیا تھے۔

1۔ حضرت صُہیب رومی رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کے ارادے سے رختِ سفر باندھا تو مشرکین مکہ نے ان کو راستے میں روک لیا اور کہا تم یہاں مکہ میں خالی ہاتھ آئے تھے، یہیں رہ کر تم نے دولت کمائی اور جمع کی ہے، اب تم یہ جان اور مال یہاں سے نہیں لے جا سکتے۔ حضرت صہیبؓ نے اپنا ترکش دکھا کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا، خدا کی قسم! جب تک اس میں ایک بھی تیر ہے میں تمہیں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا، اس کے بعد میں اپنی تلوار سے مقابلہ

کروں گا۔ البتہ اگر تم چاہو تو میری دولت لے لو اور مجھے جانے دو۔ مشرکین اس پر راضی ہو گئے اور حضرت صہیبؓ نے اپنی ساری دولت دے کر متاعِ ایمان کا سودا خرید لیا۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۰۷)

''اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کا سودا کر لیتے ہیں''۔

غور کیجیے کہ یہاں ایک طرف دین کا حکم ہے کہ ہجرت کرو اور دوسری طرف وہ مال ہے جو انھوں نے زندگی بھر کی محنت سے کمایا تھا۔ جب ایسی صورت پیدا ہوئی کہ ان میں سے کسی ایک چیز کو بچایا جا سکتا ہے تو انھوں نے دین کا حکم مقدم رکھا اور مال اور سرمایہ قربان کر دیا۔ وہ ایمانی قوت ہی تھی جس نے ایسا کرنے پر انھیں آمادہ کیا۔

2۔ سن 3 ہجری میں غزوۂ رجیع کے دوران حضرت زید بن دَثِنہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ انھیں قتل کرنے لگے اور انھیں پھانسی کے تختے پر لایا گیا تو عین اسی حالت میں کسی نے ان سے پوچھا: اے زید! کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمھاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو؟ اس کامل ایمان والے سچے عاشق نے تڑپ کر جواب دیا: واللہ! میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں ان کو کوئی کانٹا چبھ کر تکلیف پہنچائے اور میں یہاں آرام سے بیٹھا رہوں۔

وہ کون سی قوت تھی کہ ایسے موقع پر بھی انھوں نے یہ بات کہی؟ یہ حقیقی ایمان کی قوت ہی تھی، جس کی وجہ سے پائے ثبات میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

3۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت زید بن دَثِنہؓ کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا تھا، انھوں نے حارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا، اس لیے حارث کے بیٹوں نے اس کا بدلہ لینے کے ارادے سے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا۔ پھر ان کے قتل کے موقع پر مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا، لوگ جمع کیے گئے، مرد عورت، بوڑھے بچے، امیر غریب غرض بڑی خلقت تماشائی تھی۔ جب لوگ ان کو لے جانے کے لیے آئے تو فرمایا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ دو رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ موت سے ڈر گیا ہے تو میں زیادہ نماز پڑھتا۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:

فَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ‏ ‏ ‏ عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِی
وَذَالِكَ فِی ذَاتِ الْإِلٰـهِ وَإِنْ يَّشَأْ ‏ ‏ ‏ يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّع

''جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے کوئی غم نہیں ہے کہ کس پہلو پر اللہ کے لیے میں پچھاڑا جاتا ہوں اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی محبت میں ہے اور اگر وہ چاہے گا تو جسم کے کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کردے گا''۔

کیا زبردست ایمانی طاقت تھی کہ ایسی حالت میں بھی فرمارہے تھے کہ اللہ کے دین اور اللہ کی محبت میں مجھے جس طرح بھی پچھاڑ دیا جائے مجھے کوئی غم نہیں، کوئی دکھ نہیں، گویا اللہ کے لیے اپنی جان دینے میں انھیں راحت اور حلاوت نصیب ہو رہی تھی۔

4۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ مالدار صحابی تھے اور ان کے ایک باغ کا نام بیرحاء تھا، جو انھیں سب سے زیادہ محبوب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا شیریں پانی تناول فرماتے تھے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:92) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ اس چیز میں سے خرچ کرو جو تمھیں محبوب ہے'' اور مجھے اپنے تمام مال میں سے بیرحاء باغ بہت محبوب ہے، میں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرتا ہوں، امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کردیں۔

یہ اُن بڑی ہستیوں کے چند واقعات ہیں جن کو ایمانِ حقیقی حاصل تھا، جس کا اثر یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دین اسلام سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ ان کے مقابلے میں اپنا مال، جان، گھربار، عزیز واقارب اور سب کچھ قربان کردینا ان کے لیے نہ صرف آسان تھا بلکہ وہ اس میں راحت اور خوشی محسوس کرتے تھے یعنی انھیں ایمان کی حلاوت اور لذت حاصل تھی۔ ہمیں بھی ایسے ہی ایمانِ حقیقی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے جو ذرائع ہیں انھیں اختیار کرنا چاہیے اور جو چیزیں اور جو کام ایمان کو کمزور یا خراب کرتے ہیں ان سے کوسوں دور رہنا چاہیے۔ شیطان جو ہمارا دشمن ہے وہ بے حیائی اور برے کاموں میں لگا کر ہم سے ایمان کی

دولت سلب کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، وہ ہمارے سامنے دھوکے کے سامان یعنی اس فانی دنیا کی بے حقیقت چیزوں کو مزین کر کے ہمیں بے ہودہ اور گناہ کے کاموں میں لگا دیتا ہے۔موجودہ دور میں کیبل، موبائل، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ پر جو کچھ بے ہودگی کا سامان ہے یہ سب شیطان کے جال (net) ہیں جو اس نے ہمارے ایمان کو خراب کرنے لیے بچھائے ہوئے ہیں، ان کے ذریعے وہ فحش مناظر دکھا کر ہمارے ایمان کو خراب کرتا ہے۔اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی نگاہوں کی بھی حفاظت کی جائے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیسَ مَسْمُومَۃٌ فَمَنْ تَرَکَھَا مِنْ خَوْفِ اللّٰہِ اَثَابَہٗ جَلَّ وَعَزَّ اِیمَاناً یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِی قَلْبِہٖ (مستدرک)

''بدنظری شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کو چھوڑ دے گا اللہ جل جلالہٗ اس کے بدلے اس کو ایسا ایمان نصیب کرے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا''۔

گویا آنکھوں کا غلط استعمال ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے اور آنکھوں کی حفاظت سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔علامہ اقبال نے بھی اپنے ان اشعار اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے

رُسوا کیا اس دور کو جلَوت کی ہوس نے ۔۔۔ روشن ہے نِگہ، آئینۂ دل ہے مُکدّر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے ۔۔۔ ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر!
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے ۔۔۔ وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
خَلوَت میں خودی ہوتی ہے خودگیر، ولیکن ۔۔۔ خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسّر!

ہمیں شیاطین الانس والجنّ کے ان ہتھکنڈوں سے خود کو بچاتے رہنا چاہیے اور کسبِ حلال کے ساتھ ساتھ اپنے آپ قرآن پاک کی تلاوت، اس کے معانی کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے اور اس کے نظام کو غالب کرنے کی جدوجہد میں مصروف رکھنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں حقیقی اور اعلیٰ درجے والا ایمان نصیب کر کے ہمیں ایمان کی حلاوت سے آشنا کر دے۔آمین۔

افسوس! اہلِ پاکستان کی یہ عید بھی عیدِ محکوماں ہی رہے گی

انجینئر مختار فاروقی

(حکمت بالغہ اگست 2013ء)

اُمت مسلمہ لگ بھگ 150 ارب نفوس پر مشتمل ہے۔ ایک طرف ہر مسلمان کی انفرادی زندگی ہے اور اس کے معاملات ہیں۔ ایک طرف انفرادی سطح کی ایمانی کیفیات و دنیاداری، عزت و ذلت فراخی و تنگی، آزادی و محکومی اور بہادری اور بے کسی کے مراحل ہیں اور دوسری طرف اجتماعی سطح پر اُمت مسلمہ کے عالمی سطح کے معاملات ہیں۔ جہاں ترکی، شام، فلسطین، مصر، صومالیا، لیبیا، عراق، افغانستان، کشمیر، چیچنیا اور برما میں مسلمانوں پر دشمن ہر ممکن طریقے سے مظالم ڈھا رہا ہے اور امت مسلمہ کے اجتماعی وجود کو خطرات درپیش ہیں۔ ان ممالک میں جاری مسلمانوں کی طرف سے مزاحمتی کوششیں اپنی جگہ ـــــ مگر اجتماعی سطح پر ابھی کامیابی کی منزل بہت دُور کی بات ہے۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوا اور وقت بھلا روکے سے کبھی رُکتا ہے یہ مہینہ بھی گزر رہا ہے اور گزر جائے گا۔ اس کی برکات مسلّم اور یقینی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے فرمودات عالیہ ہیں۔

اس ماہ مبارک کی برکات کا حصول ایک انفرادی سطح پر ہے اور ایک اجتماعی سطح پر ہے۔ انفرادی سطح پر یہ ذمہ داری ہے کہ ہر باشعور مسلمان نماز پڑھے، حلال کمائے، روزہ رکھے،

گناہوں سے اجتناب کرے اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنالے۔ اجتماعی سطح پر اس ماہ کی برکات کا آج ہمیں اندازہ ہی نہیں کہ وہ کیا ہوتی ہیں جس سال روزے فرض ہوئے وہ 2ھ کا رمضان تھا اسی ماہ روزے کے احکام مکمل طور پر اُترے بھی نہیں تھے کہ 17 رمضان کو جنگ بدر پیش آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی مسلمان واپس مدینہ تشریف لائے تو عید کے دن ہر مسلمان کے چہرے پر نورانیت تھی اور بدر کی فتح کی خوشی، اللہ کی مدد کا اطمینان اور دشمنوں پر مسلمانوں کا رُعب، شہر مدینہ میں منافقین اور یہود پر سکتہ کی کیفیت۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے خلوص اور جذبوں کی صداقت کے پیش نظر اور بھی دو خوشیاں نصیب فرمادیں: ایک مہاجرین حبشہ کی واپسی اور دوسرے چند برس پہلے ایران کے ہاتھوں روم (عیسائیوں) کی شکست کے بعد قرآن مجید کی پیش گوئی کے عین مطابق رومی (عیسائی) دوبارہ ایران (مشرکین) پر غالب آ گئے۔ جس سے مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کے بیان کی صداقت، اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور مشرکین مکہ کی کسمپرسی کے مناظر کی وجہ سے اپنے رب کے لئے بے پایاں تشکّر کے جذبات تھے کہ آپ ﷺ سمیت ہر مسلمان کا چہرہ تمتمارہا تھا۔ شاعر نے اسی موقع کے لئے کہا ہے

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مومنین

نماز عید کے لئے جاتے ہوئے کہی گئی وہ تکبیریں (اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر وَ لِلّٰہِ الحَمد) اصل تکبیریں تھیں جس کا مصداق مدینہ شہر کی گلیوں میں نظر آ رہا تھا اور وہ نماز عید اصل شکرانے کی دو رکعتیں تھیں جو خوشی کے آنسوؤں کے جلو میں دھڑکتے دلوں کے ساتھ ادا کی گئی تھیں اس دن آپ ﷺ کا خطبہ خطبۂ آزادی تھا اور آپ ﷺ کی دُعا ـــــ حقیقتاً اللہ کے حقیقی بندوں کا اپنے رب کے حضور پکار تھی جس پر فرشتے بھی نازاں تھے اور عرش و فلک بھی۔

اس دن مسلمانوں کا آپس میں عید ملنا ـــــ حقیقی خوشیوں کا حامل اور دِلی جذبات کا حقیقی اظہار تھا یہ عید آزاداں تھی۔ تاریخ اسلام میں اس کے بعد بھی کئی عیدیں ایسی آئی ہیں جو

عیدِ آزاداں ہی کہلانے کی مستحق ہیں۔مگر ایسی عیدیں آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں ہماری زندگی میں درجنوں عیدیں آئیں اور چپکے سے چلی گئیں درجنوں رمضان آئے اور اپنا وقت پورا کر کے چلے گئے مگر امت مسلمہ کے اجتماعی معاملات جہاں تھے وہیں رہے۔مولانا حالی نے کہا تھا:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس وہ آج میں غریب الغرباء ہے

اور مسلمانوں کی اجتماعی کیفیات مجموعی طور پر آج بھی وہی ہیں کچھ مثبت باتیں ہیں۔کامیابیاں وکامرانیاں بھی ہیں مگر بات ہے مجموعی طور پر امت کی کیفیات کی۔وہ شام، برما، بھارت اور چیچنیا وغیرہ میں دیکھیں تو دل کانپ جاتا ہے۔

2ھ کی عید کی طرح کی ایک عید آئی تھی برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لیے 1366ھ میں۔یہ عید بدر کی عید کا عکس ثانی تھا۔27 رمضان کو 14 اگست 1947ء اور جمعہ کا دن تھا اور 17 اگست کو عید......عید آزاداں تھی۔مسلمان خون کی ندیاں عبور کرکے پاکستان پہنچ رہے تھے، لٹے پٹے قافلے تھے، لاکھوں ماں باپ، لاکھوں بہنیں، لاکھوں بچے، لاکھوں دوشیزاؤں کی قربانی کے بعد یہ عید جس میں پیغامِ آزادی تھا انگریز (منحوس صہیونی برطانوی استعمار) کی غلامی سے۔اتنی قربانی کے باوجود مسلمان پیروجواں، مردوزن دل میں خوشی کے جذبات لیے زبانوں پر اللہ کے شکر کے ترانے گا رہے تھے۔

یہ عید بھی سادہ، پروقار، دشمن پر مسلمانوں کی ہیبت، مغربی استعمار اور صہیونی منصوبہ سازوں کے لیے بیسویں صدی کے عین نصف میں جبکہ جمہوریت، لبرل ازم اور وطنیّت پرستی کے نظریات کا نصف النہار تھا۔ایک عظیم مسلم مملکت کا مذہب کی بنیاد پر دنیا کے نقشہ پر اُبھر آنا——— بے لوث مسلم جذبہ اور رب جلیل کی بے پایاں عنایات کے ساتھ اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے عشق کی انوکھی داستان ہے جو غلاموں نے آقاؤں سے لڑکر آزادی کی شکل میں رقم کردی تھی۔

ہمیں یقین ہے کہ اس ماہ صیام میں انفرادی سطح پر بہت سے لوگوں نے اس ماہ کا خوب خوب حق ادا کیا ہوگا اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق قرار دلوالیا ہوگا اور ایسوں کی تعداد کوئی سو دو سو یا ہزار دو ہزر نہیں لاکھوں میں ہوگی (البتہ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارا نام بھی ایسے خوش نصیبوں میں شامل ہے یا نہیں) اس کے برعکس مجموعی طور پر امت مسلمہ کی کیفیات کو دیکھیں تو ڈرون حملے، بم دھماکے، بھارت، برما، فلسطین، کشمیر، مصر، صومالیہ میں مسلمانوں کا یوں قتل عام خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ آنے والی عید بھی ہمارے لئے 'عید محکوماں' ہی رہے گی اور ہم مغرب کی غلامی میں بھی عافیت محسوس کرتے ہوئے اس کے ساتھ نتھی رہنے میں ہی اپنی کامیابی کا راز سمجھیں گے۔

قوموں اور ملکوں پر دشمنوں کا غلبہ ہو جاتا ہے یہ ایسی انوکھی بات نہیں ہے یہ اللہ کا قانون ہے ﴿تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاس 140:03﴾ مگر کسی شکست اور دشمن کے غلبے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنے لگ جانا اور مسلمانوں کے ایک گروہ کا دشمن کی گود میں جا بیٹھنا، اس سے مراعات لینا، قرضے لینا اور چاپلوسی خوشامد سے حکومت حاصل کر لینا اور محکومی کی حکومت کو مسلمانوں کی آزادی اور اسلام کی آزادی تصور کرنا یہ اس شکست سے بھی بڑا المیہ ہے۔ بقول شاعر

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

شکست کو شکست سمجھنا، دشمن کو دشمن سمجھنا، اللہ کے دین کو سینے سے لگائے رکھنا اور جدوجہد کرنا اس کے لئے وسائل جمع کرنا اور بالآخر ایک جدوجہد (جہاد وقتال) کے بعد پھر اللہ کی حکومت قائم کر لینا یہ آزادی کا راستہ اور آزاد قوموں کا شیوہ ہے اور غیرت مندوں کی آبرو ہے۔ افسوس کہ آج مسلمانوں میں اسی قیمتی جذبے کی شدید کمی ہے اور اسی جذبے کی آبیاری کی ضرورت ہے جس سے کہ امت مسلمہ کے بے جان جسد میں شاید زندگی و بیداری کے آثار پیدا ہو جائیں۔

یہ دردِ دل ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔...........

سائنس اور مذہب میں مقاربت ومغایرت

باب سوم: سائنسی نظریات کا تجزیاتی مطالعہ اور اس کے اثرات

انجینئر فیضان حسن
(پی ایچ ڈی سکالر، فیصل آباد)

(ج) تخلیق کائنات کا بگ بینگ ماڈل

1) تخلیق کائنات اور سائنسی نظریات:

لوگوں نے ہمیشہ اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا ہے کہ یہ دنیا (کائنات) کیسے وجود میں آئی اور اس کا کوئی انجام بھی ہوگا؟ ایسے سوالات صدیوں سے بلکہ جب سے انسان نے ہوش سنبھالا ہے اس کے ذہن میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ علم کائنات یا ''آسمان کا علم (Cosmology)'' سائنس کی ایسی برانچ ہے جس کا تعلّق کائنات کے اصل یا مبداء (Origin) موجودہ ساخت (Structure) ارتقا (Evolution) اور اس کے انجام کے متعلق ہے۔ ماہر علم کائنات، کائنات کے متعلق ایسے کائناتی ماڈلز (Cosmological models) پیش کرتے ہیں جن کے ذریعے وہ ایسے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کائنات کیسے شروع ہوئی؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کون سی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور مستقبل میں اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

کائنات کی تخلیق کے جو ماڈلز یا نظریات پیش کئے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عظیم دھماکے کا نظریہ یا ماڈل (Theory of Big bang)

2۔ مستقبل حالت کا نظریہ یا ماڈل (Theory of steady state)

3۔ ارتعاشی نظریہ یا ماڈل (Theory of Oscillation)

تخلیق کائنات کے مندرجہ بالا تینوں نظریات کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ عظیم دھماکے کا نظریہ یا ماڈل (Theory of Big bang)

اس نظریے کے مطابق ہماری کائنات آج سے 15 تا 20 ارب سال پہلے (بعض مصنّفین 13 تا 15 ارب سال شمار کرتے ہیں) شدید دھماکے سے پھٹ گئی اس لئے اس واقعہ کو انگریزی میں بگ بینگ کہا جاتا ہے۔ اس دھماکے سے قبل ہماری موجودہ کائنات کا تمام مادہ اور اشعاع ایک ابتدائی آتشی گولے میں بند تھی جو شدید ترین درجہ حرارت اور کثیف ترین حالت میں تھی۔ دھماکے کے بعد موجودہ کائنات پھیلی۔ ابتدائی مادہ جو الیکٹرانز اور پروٹانز پر مشتمل تھا۔ تیزی سے پھیلا، قدرے ٹھنڈا ہوا اور کئی لاکھوں سال بعد یہ سیاروں، ستاروں اور کہکشاؤں میں منکشف ہو گیا اور اس وقت سے لے کر آج تک کائنات نے پھیلنا جاری رکھا ہوا ہے اور تمام کہکشائیں ہم سے دور بھاگتی جا رہی ہیں۔ ابتدائی کائنات کا تخلیقی مادہ ہائیڈروجن گیس تھی۔ چنانچہ ان کہکشاؤں میں نئے ستارے اب بھی پیدا ہو رہے ہیں اور یہ وہی ہائیڈروجن استعمال کرتے ہیں جو عظیم دھماکہ کے وقت پیدا ہوئی تھی مستقبل میں ابتدائی ہائیڈروجن ستاروں میں استعمال ہو جائے گی۔ تب تمام ستارے اور کہکشائیں اپنی چمک اور درخشندگی کھو دیں گے یعنی چمکنا بند ہو جائیں گے اور یہ زمین اور حسین و جمیل کائنات تاریکی میں ڈوب جائے گی اور بلیک ہول میں تبدیل ہو جائے گی یعنی اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ تاہم بگ بینگ نے وقت اور خلا کو جنم دیا۔

وہ بنیادی مفروضہ (Assumption) جو ہم کائنات (cosmos) کو سمجھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اسے کائناتی اصول (Cosmological Principle) کہہ لیجیے۔ اس اصول کے تحت کائنات بڑے پیمانے پر کسی بھی جگہ کسی بھی وقت ایک جیسی رہتی ہے اور ایک انسان اپنی مختصر زندگی میں کائنات کے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ کائناتی اصول اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ ہمیں فرق کرنے میں معاون ثابت ہو رہا ہے کہ کائنات کا ایک چھوٹا حصہ (زیر مطالعہ) اس کائنات کے حصے کی بھی نمائندگی کرتا ہے جو غیر مرئی (Invisible) ہے۔ چنانچہ اس سے ہم ساری کائنات کی توضیح کر سکتے ہیں۔

عظیم دھماکے (Big bang) کے نظریے کے مطابق کائنات شروع میں ہائیڈروجن گیس کا ایک بادل تھی جو کہکشاؤں ستاروں اور سیاروں میں تقسیم ہوگئی یعنی پہلے باہم ایک اکائی (Unity) کے طور پر ملے ہوئے تھے بعد میں ان کو الگ الگ کردیا۔قرآن حکیم میں دھماکے کا ذکر تو نہیں ملتا لیکن ''دخان'' (دھواں) کا ذکر ضرور موجود ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ O (حم السّجدہ: 11) ''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے خواہ ناخوشی سے۔انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔''

موجودہ دور میں سائنس اس بات کو ثابت کرچکی ہے کہ جو عناصر زمین میں پائے جاتے ہیں وہی عناصر سورج اور دوسرے ستاروں میں بھی موجود ہیں۔مثلاً اس وقت جو عناصر ہماری زمین میں دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد 103 ہے اور ان میں سے 90 سے زائد سورج میں پائے گئے ہیں۔ یہ معلومات سورج کی روشنی کے طیف (Spectrum) سے حاصل ہوئی ہے۔ سب سے پہلے ہائیڈروجن کی مقدار ہے جو 73.4 فیصد ہے۔اس کے بعد ہیلیئم 25 فیصد، کاربن 0.3 فیصد، نائٹروجن 0.1 فیصد، آکسیجن 0.8 فیصد، نیون 0.1 فیصد، میگنیشیم 0.05 فیصد، سیلکان 0.07 فیصد، سلفر 0.04 فیصد اور لوہا 0.2 فیصد ہے۔

یہ تمام وہ عناصر ہیں جو بہت زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں سورج میں سوڈیم بھی ہے۔ چنانچہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اور تمام سائنس دان بھی اس بات پر متفق ہیں کہ سورج اور زمین کا مبداء ایک ہی ہے۔اور یہی بات دوسرے ستاروں اور سیاروں پر بھی صادق آتی ہے۔قرآن حکیم نے ہائیڈروجن گیس کے بادل ہی کو ''دخان'' کہا ہے۔ چونکہ اس وقت عرب کے لوگ گیس کے لفظ سے واقف نہ تھے۔اور اس سائنسی حقیقت کا علم 1400 سال پہلے نہ ہوسکا جس کا انکشاف جدید سائنس کے ذریعے اب ہوا ہے۔

2۔مستقل حالت کا نظریہ (Theory of steady state)

اس نظریہ یا ماڈل کے تحت یہ کائنات نہ تو ارتقا پذیر ہے اور نہ ہی وقت کے ساتھ ساتھ

اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ نہ اس کا کوئی آغاز ہے نہ ہی اختتام کوئی ماضی حال مستقبل نہیں کائنات ہمیشہ سے ایسی ہے اور ایسی ہی رہے گی۔ یہ نظریہ ایک مکمل کائناتی اصول کو اپناتا ہے کہ کائنات میں بڑے پیمانے پر ہر جگہ اور تمام اوقات میں اسکی کثافت (Density) ہمیشہ ایک جیسی رہتی ہے۔ بہت سارے ماہر فلکیات اس نظریے کو پسند نہیں کرتے چونکہ یہ بنیادی مشاہدات کی نفی کرتا ہے بغیر بتائے کہ ہائیڈروجن گیس کہاں سے پیدا ہورہی ہے؟ اور ایسی تخلیق فزکس کے بنیادی قانون بقائے توانائی (The law of conservation of energy) کی بھی نفی کرتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ایک منفرد نظام میں توانائی نہ تو پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تباہ کی جاسکتی ہے۔ البتہ اس کے نظام میں منتقلی ہوسکتی ہے۔ اگر ہم اس نظریے کو اسلام کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو بھی یہ نظریہ ردّ ہو جاتا ہے چونکہ اسلام یا دوسرے الہامی مذاہب میں بنیادی اور اوّلین عقیدہ ہی خدا کا تصور ہے اور ساری کائنات کا خالق بھی وہی ہے۔ کائنات کا ایک آغاز ہے اور اس کا ایک اختتام بھی ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالتا ہے اور آخرت کی دنیا کو ہمیشہ رہنے والی دینا قرار دیتا ہے۔ البتہ ایسے سائنس دان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے مستقل حالت کا نظریہ زیادہ پسندیدہ ہے چونکہ وہ کائنات کے خالق کی نفی کرتے ہیں اور یہ نظریہ ان کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

3۔ارتعاشی یا جھولنے کا نظریہ (Theory of Oscillation)

اس نظریہ یا ماڈل کے مطابق کائنات عظیم دھماکے (Big Bang) سے شروع تو ہوئی پھیلنا شروع بھی ہوئی مگر یہ ہمیشہ پھیلتی نہ جائے گی۔ تجاذبی قوّت (Gravity force) اس کے پھیلاؤ کو روک دے گی۔ اس ماڈل کے مطابق یہ کائنات ہمیشہ باہر کی طرف جھولے کی طرح جھولتی (Oscillating) ہے اور پھر ایک طویل مدت کے بعد اندر کی طرف جھولے گی۔ ماضی میں بھی یہ جھولتی تھی اور آئندہ مستقبل میں بھی یہ جھولے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے دو فیز (phase) ہیں۔ ایک پھیلاؤ (expansion) اور دوسرا سکڑاؤ (contraction)۔ اس وقت ہم اس کے پھیلاؤ کے فیز (حالت) میں ہیں اور یہ گزشتہ 15 تا 20 بلین سالوں سے تھر تھرا رہی ہے۔ جب سے عظیم دھماکہ ہوا ہے مستقبل میں ہماری پھیلی ہوئی کائنات آہستہ ہو جائے گی اور بالکل ٹھہر

جائے گی اور پھر یہ سکڑنا شروع کرے گی۔ جونہی یہ سکڑے گی تو تمام کہکشائیں ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یکے بعد دیگرے اندر کی طرف سکڑتی جائیں گی اور پھر ان کا تمام مادہ بند (packed) ہو جائے گا۔ جس طرح عظیم دھماکے سے پہلے تھا یعنی ایک آگ کا گولہ بن جائے گا تو پھر دوسرا دھماکہ ہوگا اور اسی مادے سے ایک نئی کائنات وجود میں آ جائے گی۔ کائنات کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا یہ عمل جاری رہے گا اور کائنات ہمیشہ جھولتی رہے گی۔ اس نظریہ کے تحت بھی کائنات کا کوئی انجام نہیں ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ بھی قرآن حکیم کے حقائق سے متصادم ہے۔ یہ تینوں نظریات کے بارے میں حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کون سا نظریہ درست ہے؟ تینوں نظریات غیر یقینی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ یعنی ان کے تصدیق کرنے میں کہ کون سا نظریہ یقیناً درست ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے واضح طور پر بتا دیا کہ کائنات کی تخلیق کا ابتدائی مادہ دخان (ہائیڈروجن گیس) کا ایک بادل تھا۔ جس سے یہ کائنات وجود میں آئی اور اس کا انجام بھی ہوگا۔ پھر زمین و آسمان باہم ملے ہوئے تھے بعد میں ان کو الگ الگ کر دیا۔ خلیق کائنات کے اس نظریے پر تمام ماہرین فلکیات متفق ہیں۔

2) تخلیق کائنات کے متعلق سائنسی اور قرآنی انکشافات:

قرآن کریم حق ہے اور چونکہ سائنس بھی حق کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اس لئے بالآخر سائنس خود بخود قرآن کریم تک پہنچ رہی ہے۔ اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر طبیعات کے بارے میں اس کی باتیں صحیح ہیں تو پھر مابعد الطبیعات کی باتوں پر کیسے شک کیا جا سکتا ہے؟ ذیل میں تخلیق کائنات کے حوالے سے سائنسی اور قرآنی انکشافات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ تخلیق کائنات کے وہ تمام انکشافات اور اسرار و رموز جن کو رسول ﷺ نے 1450 سال پہلے بیان فرما دیا ان کو سائنس آج ثابت کر رہی ہے۔ تفصیلات درج ذیل ہیں:

1۔ کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے:

بیسویں صدی کے نصف تک سائنس یہ کہتی آئی ہے کہ کائنات کو دوام حاصل ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن 1950ء کی دہائی میں ہونے والی دریافتوں نے اس نظریے کو بدل ڈالا اور اب سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات بھی ایک تخلیقی عمل ہے جس کا کوئی

پندرہ ارب سال پہلے اچانک بگ بینگ (Big bang) سے آغاز ہوا۔ سائنس دانوں کے لیے یہ بات حیران کن ہونی چاہیے کہ ان کی دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم اس بات کا اعلان کر چکا ہے کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے بلکہ دوام صرف اور صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے اس نوعیت کی سینکڑوں آیات ہیں جو تخلیقِ کائنات اور اختتامِ کائنات کے متعلق ہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ......(یونس:03)

''تمہارا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش (تختِ شاہی) پر قائم ہوا وہی ہر ایک کا انتظام کرتا ہے''۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ...... (السّجدہ:04)

''خدا ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔''

2۔ اچانک تخلیقی امر کا اصول:

قرآن کریم کا عام تخلیقی اصول خواہ اس کا تعلق بگ بینگ (Big bang) سے ہو یا کسی اور معاملہ سے یہ ہے کہ تخلیقی امر ہمیشہ اچانک وجود میں آئے گا۔ کوانٹم مکینکس (Quantum Mechanics) کی سائنس بھی یہی بتاتی ہے کہ ہر نئی تخلیق اچانک جست (Quantum Jump) سے ہوتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ قرآن کریم میں فیصلہ کن انداز میں یہ قانونِ قدرت موجود ہے کہ ہر نئی تخلیق دراصل اللہ کے امرِ کن کا جواب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ:82)

''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

3۔ کائنات کا ارتقا:

تخلیقِ کائنات کے متعلق یونانی حکما کا خیال یہ تھا کہ یہ ہمیشہ سے چلتا ایک نظام ہے۔

اور ہمیشہ چلتا رہے گا۔ہم اسی میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مرجاتے ہیں۔ستارے اسی میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مرجاتے ہیں۔یوں ہمارا جینا اور مرنا کسی خارج طاقت کا نتیجہ نہیں بلکہ زمانے کا فعل ہے۔اگر کوئی خدا ہے تو یہی خدا ہے۔چونکہ زمانے کو ''دہر'' کہا جاتا ہے اس لئے اس تھیوری (Theory) پر ایمان رکھنے والے کو دہریہ کہا جاتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔

ہندوؤں میں بھی یہ نظریہ بہت مقبول ہوا۔فراعنہ نے بھی یہی کہا۔یہ نظریہ بظاہر اتنا مضبوط تھا کہ سائنسی حلقوں میں بھی اس کو تسلیم کیا جاتا تھا۔19 ویں صدی میں (Atheism) کا جو سیلاب آیا تھا اس کے پیچھے بھی یہی نظریہ تھا کہ جب کائنات ہمیشہ سے ہے تو خدا کی کیا ضرورت ہے؟ کائنات کی ہمیشگی کے اس نظریے کو (Steady state universe) کا نظریہ کہا جاتا ہے کہ یونیورس (Universe) کائنات جاری وساری ہے اس کا نہ کوئی آغاز ہے نہ اختتام۔اور انسان اس میں ایک حادثہ ہے بیسویں صدی کے شروع میں ایک پیش رفت (Development) یہ ہوئی کہ 1920ء کی دہائی میں ایک امریکی سائنسدان ہبل (Hubble) نے دیکھا کہ ستارے اپنی جگہوں سے پیچھے ہٹتے جارہے ہیں۔ہر ستارہ ایک دوڑ میں لگا ہوا معلوم ہوا۔آج اگر یہاں ہے تو کل کسی اور جگہ ہوگا۔کوئی ستارہ بھی اپنی جگہ قائم نہیں ہے سبھی دور دور ہٹتے جارہے ہیں۔ پروفیسر ہبل نے ستاروں کو جب گننا شروع کیا اور انھیں طاقتور دوربینوں سے دیکھا تو پتہ چلا کہ کھلی آنکھوں سے جو چند ہزار ستارے نظر آتے ہیں دراصل وہاں لاکھوں ستارے ہیں اور جو آسمان سامنے ہے اس میں جب حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ لاکھوں کروڑں اربوں نہیں بلکہ کھربوں سے بھی زیادہ ہیں۔اور ستاروں کی یہ دنیا اربوں نوری سالوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حساب سے سورج زمین سے اوسطاً تقریباً 18 کروڑ کلومیٹر ہے۔زمین کا اس کے اردگرد حرکت کا بیضوی مدار ہونے کی وجہ سے فاصلہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ روشنی کی کرن وہاں سے ہم تک پہنچنے میں اوسطاً تقریباً دس منٹ لے لیتی ہے۔ان دریافتوں سے ہبل اور ان کے دیگر ساتھی سائنسدانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غیب کی دنیا یعنی چھپی ہوئی کائنات (Hidden world) درحقیقت اس ظاہری کائنات سے بہت بڑی ہے۔اتنی بڑی کہ اس کا حساب وشمار بھی ناممکن ہے۔یعنی لامحدود ہے۔

کائنات کے آغاز کے متعلق جدید سائنس کی یہ بھی قابلِ فخر دریافت ہے کہ شروع میں ساری کائنات ستارے، سیارے ہر چیز ایک جگہ اکٹھی مرکب تھی کوئی علیحدہ وجود نہیں تھا۔ توانائی اور مادہ کے اس مکسچر کا نام بنیادی مادہ (Primordial Matter) رکھا گیا ہے قرآن کریم نے سائنس کی اس عظیم دریافت سے صدیوں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ زمین وآسمان سب ایک ہی جگہ اکٹھے تھے۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ربانی ہے

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ O (الانبیاء:30)

''کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے جدا جدا کر دیا۔ اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔ پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟''

بیان القرآن میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی وضاحت یوں فرمائی ہے:
''اس آیت مبارکہ میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ (Big bang) بگ بینگ کے بعد مادے کا جو ایک بہت بڑا گولا وجود میں آیا تو وہ ایک یکجا وجود (Homogenous mass) کی صورت میں تھا پھر مادے کے اس گولے میں تقسیم ہوئی مختلف ستاروں اور سیاروں کے گچھے بنے، کہکشائیں (Galaxies) وجود میں آئیں۔ سورج اور اس کے سیاروں کی تخلیق ہوئی اور یوں ہماری زمین بھی پیدا ہوئی''۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی وضاحت پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں یوں بیان کی ہے: ''رتق سے مراد یہ ہے کہ آسمان کا منہ پہلے بند تھا۔ کوئی بارش نہیں ہوئی تھی اور زمین کا منہ بھی بند تھا۔ کوئی چیز اس میں پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اللہ کے حکم سے آسمان کا منہ بھی کھلا (فتق) اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر بھی ٹوٹی۔ اس میں سے ضروریات کی ہر چیز اُگنے لگی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب)''

سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات، تجربات اور غور وفکر کے بعد علمائے طبعیین جس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ قرآن حکیم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ ان کی تحقیقات کا

خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء میں سورج ایک بھڑکتا ہوا شعلہ تھا۔اس کی حرارت بہت ہی تیز تھی۔آہستہ آہستہ اس کی حرارت کم ہوتی گئی اور وہ سکڑتا اور چھوٹا ہوتا گیا اور اس سبب سے اس کے مادے میں گاڑھا پن آ گیا اور حرکت کی تیزی کے سبب اس میں سے چند ٹکرے ٹوٹ کر دور دور تک چلے گئے۔اور اسی کے گرد چکر کھانے لگے اس وقت تک ظاہر ہوا ہے کہ آفتاب سے گیارہ ٹکڑے ٹوٹے ہوئے ہیں۔جن سے ہمارا نظام شمسی بنا ہوا ہے۔اور زمین بھی ان میں سے ایک ہے۔

4۔ ابتدائی مادہ کی شکل:

یہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ابتداء میں یہ ایک بے جسم طاقت کا گولہ ہوگی جو بگ بینگ (Big Bang) سے پھٹ گیا۔اس لمحے اس میں دباؤ کی قوت اور درجہ حرارت لا انتہا تھا۔سائنس بتاتی ہے کہ تخلیق کے کافی عرصے بعد تک بھی دباؤ اور درجہ حرارت اربوں ڈگری رہا۔اس دور میں کائنات محض توانائی اور مادہ کے بنیادی ذرات (Fundamental particles) پر مشتمل تھی۔پرائیمارڈیل گیسز (Primordial gases) کا نام دیتی ہے۔

قرآن کریم اس دور کے متعلق فرماتا ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ ...... (حم السّجدہ: 11)

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا''

آیت مبارکہ کی تفسیر بیان القرآن میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی ہے:

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آسمان ایک دھویں کی شکل میں تھا۔اور ابھی سات آسمانوں کی الگ الگ صورتیں وجود میں نہیں آئی تھیں۔سائنسی شواہد کے مطابق بگ بینگ (Big Bang) کے بعد آگ کا ایک بہت ہی بڑا گولہ وجود میں آیا۔پھر اس گولے میں مزید دھماکے ہوئے اور اس طرح اس مادے کے جو حصے علیحدہ ہوئے ان سے کہکشائیں بننا شروع ہوئیں۔

5۔ کائنات میں زندگی:

ایک سوال جو بہت زیادہ گرما گرم بحث کا باعث ہے۔وہ یہ کہ آیا کائنات کے کسی گوشے میں زندگی ہے یا نہیں؟ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ کم از کم 10 لاکھ سیاروں میں سے

ایک پر زندگی ہوگی۔ جہاں کی آب و ہوا اور موسمی حالات ہماری اپنی زمین کی مانند ہوں گے اور پھر اس شرح کے حساب سے کم از کم اتنی وسیع و عریض کائنات میں 100 بلین سیارے تو ہوں گے۔ جہاں تک ہمارے نظامِ شمسی کا تعلّق ہے تو سوائے زمین کے کسی بھی سیارے پر انسان یا انسان جیسی مخلوق نہیں ہے۔ انسان کاربن سے بنا ہوا ہے۔ یعنی اس کی ساخت میں کاربن کا بڑا عمل دخل ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ ان سیاروں پر یا کائنات کے کسی اور سیارے پر دوسری قسم کی زندگی موجود ہو۔ مثلاً سیلیکان (Silicon) پر مبنی زندگی، جسے ہم شناخت نہیں کر سکتے۔ سائنسدانوں کو یقین ہے کہ دوسری قسم کی زندگی سیلیکان چکر (Cycle) پر مبنی ہوسکتی ہے یا پھر ایسی مخلوق ہو جو گیسوں میں زندہ رہنے کی عادی ہو۔ مثلاً ایسی فضا جو امونیا یا میتھین گیسوں پر مشتمل ہو انسان ان گیسوں میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ قرآن حکیم بہت واضح الفاظ میں اعلان فرماتا ہے:

وَمِنْ آيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَآءُ قَدِيرٌ O (الشوریٰ:29)

’’اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کا جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔‘‘

حالیہ تجربات سے معلوم ہوا کہ زمین پر زندگی کی بعض اقسام ایسی فضا کی عادی ہوسکتی ہیں جیسی فضا مریخ پر پائی جاتی ہے۔

6۔ کائنات کا پھیلاؤ:

عظیم دھماکے (Big bang) کے نظریے کے مطابق دھماکے کے بعد تمام کہکشائیں بے حد رفتار سے دور بھاگ رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے اور وسعت اختیار کر رہی ہے۔ خلا ہمارے تصور سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ اور یہ بہت زیادہ چھدری (Sparse) ہے۔ اس لحاظ سے کائنات کی کثافت بہت ہی کم ہے۔ اس کائنات میں ستارے اور کہکشائیں ایک دوسرے سے بے پناہ نوری فاصلوں پر موجود ہیں۔ اس لیے پھیلاؤ کے دوران ان کے مابین قطعاً تصادم نہیں ہوتا۔ کائنات میں (چھوٹی بڑی 100 ارب) کہکشائیں ہیں۔ اور یہ تمام ایک دوسرے سے دور ہو رہی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہماری کائنات ایک غبارے کی مانند پھیل رہی ہے۔ یہ پھیلاؤ

کب تک رہے گا؟ کائنات کا وہ حصہ جسے ہم دیکھ سکتے ہیں وہ مرئی کائنات (Visible universe) کہلاتی ہے۔ یہ مزید 1 تا 3 ارب سال تک پھیلتی جائے گی۔

یہ عظیم دھماکے (Big bang) کے نظریے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ دوسرا ثبوت کائنات میں ہیلیم کی بڑی مقدار ہے۔ اور اس نظریے کے مطابق ابتدائی ذرات نے ہیلیم (Helium) اور ہائیڈروجن گیس بنائی۔ اور ہائیڈروجن کے ہر 12 ایٹموں کے مقابلے میں ایک ایٹم ہیلیم کا تھا۔ 1995ء میں خلائی شٹل کے اوپر ایک دوربین فٹ تھی۔ جس نے بین النجوم (Interstellar) گیسوں کی مقدار معلوم کی تھی۔ جس کی دریافت کے مطابق جو اندازہ لگایا وہ ہر 12 ہائیڈروجن ایٹموں کے لیے ایک ایٹم ہیلیم کا تھا۔ تیسرا بڑا ثبوت کائناتی پس منظر اشعاع (Cosmic background radiation) ہے جو عظیم دھماکے (Big Bang) کے بعد سے چھوڑی ہوئی ہے، اب ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

کائنات کے پھیلاؤ کی وضاحت قرآن پاک نے یوں بیان کی ہے:

وَ السَّمَآءَ بَنَيۡنٰهَا بِاَيۡٮدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ O (الذّاریات:47)

''اور آسمانوں کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔''

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کو ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں بیان فرمایا ہے: (انا لموسعون) کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس کائنات کو مسلسل وسعت بخش رہے ہیں۔ اسے وسیع سے وسیع تر کیے جا رہے ہیں اور یہ وہی بات ہے جو آج ہمیں سائنس کی مدد سے معلوم ہوئی ہے۔ آج سے نصف صدی پہلے تک انسان کو یہ سب کچھ معلوم نہ تھا۔ مگر آج ہم جانتے ہیں کہ کائنات میں ہر گھڑی نئے نئے ستارے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر آن نئی نئی کہکشائیں پیدا ہو رہی ہیں اور یہ کائنات مسلسل پھیلتی جا رہی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ آسمانوں کو یعنی کائنات کو مسلسل وسعت دیے جا رہا ہے۔

7۔ کائنات کی موت:

سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات کا وجود، اس کی حرکت اور پھیلاؤ ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کو یوں واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی چیز کو

دوام نہیں ہے۔سورۃ الرحمٰن میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○ فَبِاَىِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ (الرحمٰن:26-28)

''جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) ہے جو صاحبِ جلال وعظمت ہے باقی رہے گی تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

چنانچہ کائنات ایک دن فنا ہونے والی ہے اور اس کا اختتام ہوگا۔اس حقیقت کو سورۃ الانبیاء میں اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ○ (الانبیاء:104)

''جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں۔ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کردیں گے۔ (یہ) وعدہ (جس کا پورا کرنا لازم) ہے۔ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔''

آیتِ مبارکہ کی وضاحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں فرمائی ہے: ''اس صورتحال کو سمجھنے کے لیے (Theory of the Expanding universe) کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔اس نظریہ کے مطابق یہ کائنات مسلسل وسیع سے وسیع تر ہو رہی ہے۔اس میں موجود ہر کہکشاں مسلسل چکر لگا رہی ہے اور یوں ہر کہکشاں کا دائرہ ہر لحظہ پھیلتا جا رہا ہے۔آیتِ مبارکہ سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ قیامت برپا کرنے کے لیے کائنات کے پھیلنے کے اس عمل کو اُلٹا دیا جائے گا اور اس طرح یہ پھر سے اسی حالت میں آجائے گی۔ جہاں سے اس کے پھیلنے کے عمل کا آغاز ہوا تھا۔اس تصور کو سمجھنے کے لیے گھڑی کے فنر کی مثال سامنے رکھی جاسکتی ہے جس کا دائرہ اپنے نقطۂ ارتکاز کے گرد مسلسل پھیلتا رہتا ہے۔لیکن جب اس میں چابی بھری جاتی ہے۔تو یہ پھر سے اسی نقطہ ارتکاز کے گرد لپٹ کر اپنی پہلی حالت پر واپس آجاتا ہے۔''

عظیم سکڑاؤ (Big crunch) والی اس حقیقت کو اب جدید سائنس بھی تسلیم کرتی

ہے۔ کائنات کی ہلاکت کے عمل کو جدید سائنس حرارت کے دوسرے قانون (2nd law of thermodynamics) سے بھی ثابت کرتی ہے۔اس قانون کے تحت آخر کار ہر چیز کی قسمت میں بکھر جانا ہے۔ ہر منظّم حالت (Order) آخر کار غیر منظّم (Disorder) میں بدل جائے گی۔ چنانچہ وقت کے ساتھ ساتھ خرابی کا عمل (Entropy) بڑھ رہا ہے۔اس لیے چیزوں کا انجام ان کی موت ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ سب کی آخری حقیقت موت ہے۔مخلوقات کی قسمت میں مرنا ہے ثبات صرف خالق کے لیے ہے۔سورۃ القصص آیت 88 میں اللہ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ O (القصص:88)

''اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کی ذات (پاک) ہے اس کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔''

حاصل کلام:

الغرض! تمام ماہرین فلکیات اس نظریے پر متفق ہیں جو عظیم دھماکے (Big Bang) جھولنے یا ارتعاشی نظریۂ کائنات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ کائنات اپنے اختتام کو ضرور پہنچے گی اور پھر نئی کائنات پیدا ہوگی، نئے آسمان پیدا ہوں گے۔نئی زمین کے کیا خدوخال ہوں گے؟ نئے آسمانوں کے کیا خدوخال ہوں گے؟ یہ صرف اور صرف اللہ کی ذات بابرکات ہی جانتی ہے۔عین ممکن ہے کہ یہی وہ دنیا ہو جہاں پر دوزخ اور جنت ہوں۔وہی دنیا ہو جسے ابدیت حاصل ہو اور اس مادی دنیا کے رہنے والے تمام انسان ہوں جنہیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والی زندگی انعام واکرام کے ساتھ عطا کر دی گئی ہو اور یہی ہو زندگی بعد الموت جس کا اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں مومنین کو وعدہ دیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) (جاری ہے)

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت واِفادیّت

1

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(ٹیکساس،امریکا۔فاضل مدینہ یونیورسٹی)
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام،لاہور)

اَخلاق ''خلق'' کی جمع ہے جس سے مراد انسان کا رویہ اور کردار ہے۔اگر یہ فسق و فجور اور معاصی سے پاک ہو جائے تو اسے ''خلق حسن'' کہتے ہیں جسے قرآن مجید میں ''عمل صالح'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔اسلام میں اخلاق کے تزکیہ وتطہیر کو ایمان کے بعد سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایمان اور اخلاق میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، جب کہ تمدن کی تبدیلی کے ساتھ شریعت کے بعض اُمور میں پچھلی نبوتوں میں ترمیم وتغیر اور تنسیخ ہوتی رہی ہے۔

فضیلتِ اخلاقِ حسنہ:

قرآن مجید میں ایمان کے ساتھ اخلاقِ حسنہ (عمل صالح) کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے:

وَالْعَصْرِ O اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ O اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ O [العصر: ۱-۳]

''قسم ہے زمانے کی (جو گواہی دیتا ہے کہ) یہ انسان خسارے میں ہی رہیں گے مگر وہ نہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے،ایک دوسرے کو حق (پر چلنے) کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو (حق پر) ثابت قدمی کی نصیحت کی۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اعمالِ سیئہ کے مرتکبین (جو ایمان کی دولت سے محروم تھے) کا انجام اور ایمان و عملِ صالح کا اجر و ثواب اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى O وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى O جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى O [طٰهٰ: ٧٤–٧٦]

''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی مجرم بن کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوگا اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ اس کے برخلاف جو شخص مومن بن کر اس کے حضور آئے گا جس نے نیک اعمال کیے ہوں گے تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیے بلند درجے ہیں۔ ہمیشہ رہنے والے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ صلہ ہے ان کا جو پاکیزگی اختیار کریں گے۔''

ان آیات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تزکیۂ نفس اور اخلاقِ حسنہ کا اجر و ثواب کس قدر عظیم اور بلند و بالا ہوگا۔

یہی مفہوم سورۃ الشمس میں یوں ذکر ہوا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاO وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO [الشمس: ٩، ١٠]

''فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں سے) آلودہ کر ڈالا۔''

یہاں نفس کے تزکیے سے مراد اخلاق اور کردار کی پاکیزگی ہے جو ایمان کے بعد دین کا اہم ترین مطالبہ ہے، لہٰذا ایمان اور اخلاقِ حسنہ ہی اصل دین اور فلاح کا راستہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَO [النحل: ٩٧]

''جو شخص بھی کوئی اچھا عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ ایمان پر ہے تو ہم اس کو (دنیا اور آخرت میں) ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ایسے لوگوں کو ان

کے اعمال کے بدلے میں ضرور ان کا بہترین صلہ دیں گے۔"

اخلاقِ حسنہ اور عمل صالح کی راہ اختیار کرنے میں دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت فرماتے ہیں:

((أَنَـا زَعِيـمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ)) (سنن أبي داود، رقم: ٤٨٠٠)

"میں اس شخص کو جنت کے کنارے میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھگڑا کرنا چھوڑ دے، خواہ وہ حق ہی پر ہو اور اس کے لیے جنت کے درمیان ایک گھر کی جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے، خواہ وہ مذاق ہی کیوں نہ کر رہا ہو اور اسی طرح جنت کے اونچے حصے میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں اس شخص کو جو اپنا کردار اور اخلاق اچھا کر لے۔"

معلوم ہوا کہ بُری عادات و اطوار کو چھوڑنا اور اچھی عادات کو اپنانا جنت میں داخلے کا سبب بنے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مِـنْ أَحَبِّـكُـمْ إِلَـيَّ وَأَقْـرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا......))(سنن ترمذي، رقم: ٢٠١٨)

"تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو تم میں سے بہترین اخلاق والا ہوگا۔"

اخلاقیات کی معرفت کے بنیادی مصادر

ہمیں یہ جاننے کے لیے کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا بُرا، کس عمل کو ہم خلق حسن شمار کریں گے اور کس کو خلق رذیل قرار دیں گے، ذیل میں وہ تین ذرائع اور مصادر ذکر کیے جاتے ہیں جن سے نہ صرف اخلاقیات کی معرفت حاصل ہوگی بلکہ یہ بھی طے ہو سکے گا کہ کون سا عمل مناسب اور کون سا غیر مناسب ہے۔

۱۔ فطرتی حسِ امتیاز:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں حس اخلاقی ودیعت فرما دی ہے جس سے وہ غلط اور صحیح، اچھے یا بُرے، مناسب یا غیر مناسب کا اندازہ لگاتا ہے۔ یہی حس اخلاقی اسے خیر و شر میں امتیاز کے قابل بناتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَاO فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاO قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاO وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO [الشمس: ۷—۱۰]

''اور نفس اور جیسا اسے سنوارا۔ پھر اس کی بدی اور نیکی اسے سمجھا دی۔ (کہ روزِ قیامت شدنی ہے، اس لیے) فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا۔ اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے آلودہ کر ڈالا۔''

ان آیاتِ مبارکہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سننے کے لیے کان دیے ہیں جن کا استعمال وہ فطرتاً کرتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو نیکی اور بُرائی کو الگ الگ پہچاننے کے لیے ایک حاسۂ اخلاقی بھی عطا فرمایا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خیر و شر کا امتیاز اور کسی بھی کام کے خیر یا شر ہونے کا احساس اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اس کے دل و دماغ میں الہام فرما دیا ہے۔ اسی حاسۂ اخلاق کی وجہ سے وہ شرم و حیا، غلط و صحیح اور مناسب و غیر مناسب میں تفریق کرتا ہے۔

اگرچہ یہ حاسہ اس قدر مکمل نہیں ہوتا تاہم بنیادی شعور فراہم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًاO اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًاO اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًاO [الدھر: ۱—۳]

''کیا انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا؟ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو پانی ایک ملی جلی بوند سے پیدا کیا ہے، ہم اس کو الٹتے پلٹتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے اس کو دیکھنے اور سننے والا بنا دیا۔ ہم نے

اسے خیر وشر کی راہ بھی سمجھا دی، اب وہ چاہے شکر بجالائے، یا کفر کرے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق میں اہم ترین چیزوں کی نشان دہی فرمائی ہے کہ انسان کو جہاں سننے، دیکھنے کی صلاحیت ودیعت فرمائی گئی ہے، وہاں خیر وشر کی پہچان بھی عنایت فرمادی ہے اور اسے بااختیار بنا کر پیدا کیا گیا ہے، تاکہ وہ اپنی زندگی میں اچھے اور بُرے کو اپنی مرضی سے اختیار کر سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِۙ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِۚ

[البلد: ٨—١٠]

’’کیا ہم نے اس (انسان) کو دو آنکھیں نہیں دیں (تاکہ حقائق کو دیکھ سکے)۔ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے (تاکہ بھلائی کی ترغیب دے سکے)۔ اور اس کو دونوں راستے نہیں سمجھائے (تاکہ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکے)۔‘‘

۲۔ قرآن مجید:

اچھے اور بُرے اخلاق کی معرفت کے لیے قرآن مجید اہم ترین ذریعہ اور مصدر ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو نہ صرف ذریعہ ہدایت وراہنمائی ہے بلکہ تمام تر افکار ونظریات اور علوم وفنون کے لیے کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاۙ [بني إسرائيل: ٩]

’’حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے، یہ اُن ماننے والوں کو جو اچھے عمل کرتے ہیں، اِس بات کی بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

بلاشبہ قرآن مجید سرچشمۂ ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات ہے، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ سیئہ کی طویل فہرست بیان فرمادی ہے۔ (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

قرآن مجید ہدایت الٰہی کے تمام امور تفصیل کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ○ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○

[بني إسرائيل: ٨٩، ٩٠]

''یہ کتاب ہم نے ہر چیز کو کھول دینے کے لیے آپ پر نازل فرمائی ہے، (اس میں) ہدایت اور رحمت اور مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (اس میں) عدل واحسان اور قرابت مندوں کو دیتے رہنے کی ہدایت کرتا ہے اور بے حیائی، بُرائی اور سرکشی سے روکتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم یاددہانی حاصل کرسکو۔''

۳۔ سیرت النبی ﷺ:

اخلاقیات کی مکمل معرفت اور عملی نمونہ معلوم کرنے کے لیے سنتِ نبوی اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ تیسرا ذریعہ ہے۔ اگرچہ سنت نبوی اور سیرتِ مطہرہ میں موجود تمام اخلاقیات مجموعی طور پر قرآن مجید میں بیان ہو چکے ہیں، تاہم رسولِ اکرم ﷺ کا مزاج، اسلوب، طریق کار، شب وروز اور عادات واطوار میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو ایک سچے متبعِ سنت اور محبِّ رسول ﷺ کے لیے نمونۂ حیات ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا○ [الأحزاب: ٢١]

''(لوگو!) اللہ کے رسول میں تمھارے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے، ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور روزِ آخرت کی توقع رکھتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔''

رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، اخلاقیات کو دیکھا جائے تو اس سے اچھا نمونہ اور اس سے بہتر مثال ممکن ہی نہیں ہے! خود رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ –وفي رواية: صَالِحَ الْأَخْلَاقِ)) (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٤٥)

یعنی میری بعثت کا مقصد مکارمِ اخلاق کو ان کے اِتمام تک پہنچانا ہے۔

خود رسولِ اکرم ﷺ نے عملی طور پر اخلاق فاضلہ کو اِتمام واِکمال کی اس حد تک پہنچا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے یوں ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [القلم: ٤]

''اور بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ کے عظیم اخلاق اور باوقار کردار کا یہ عالَم ہے کہ کفارِ مکہ بھی آپ کے عالی اخلاق کے معترف تھے۔ لوگ نہ صرف آپ کو صادق وامین کہتے تھے بلکہ آپ کے اخلاقِ عالیہ پر قسمیں کھاتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا، آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی گواہی کافی ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کے عین مطابق تھا۔

(مسند احمد، رقم: ۲۴۶۰۱)

(جاری ہے)

حقوق العباد کی اہمیت

اگر خدانخواستہ آپ نے کسی کا حق دبایا اس گناہ کی نحوست کا سایہ برابر آپ کا پیچھا کرتا رہے گا، جسے آپ بھوت سمجھ رہے ہوں گے وہ بھوت نہیں بلکہ آپ کا کرتوت ہے، جو آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ جب تک اہل حقوق کو ان کا حق ادا نہیں کر دیتے تب تک کوئی وظیفہ کوئی دُعا، کوئی تعویذ آپ کو کام نہیں دے گا۔ ہاں! اگر آپ لوگوں کا حق ادا کر دیں تو شاید آپ کو ان چیزوں کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

(مرسلہ: محمد انور سعید)

علامہ اقبال کا خواب! اسلامی جمہوریہ پاکستان تجدید عہد وفا کا دن

ابوفیصل محمّد منظور انور

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ہر سال 23 مارچ کے دن یومِ پاکستان منایا جاتا ہے اس دن افواجِ پاکستان کی اسلام آباد میں پریڈ ہوتی ہے تینوں مسلح افواج کے دستے پریڈ میں حصہ لیتے ہیں دفاعی ساز وسامان کی نمائش بھی ہوتی ہے اور پورے پاکستان میں جشن منایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو انگریز اور ہندوؤں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے لاکھوں جانوں کے نذرانے دینے کے ساتھ لاکھوں پاک باز بہو بیٹیوں کی عصمتوں کی قربانیاں بھی دینا پڑیں۔ لاکھوں مہاجرین اپنے گھربار مال متاع چھوڑ کر اپنی جان اور ایمان بچا کر پاک وطن آئے تھے۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ہر شخص کی زبان پر تھا۔ گویا کلمہ طیبہ اور دین اسلام سے والہانہ محبت ہی پاکستان کی بنیاد تھا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے تصور پاکستان کے خواب کی روشنی میں مسلمانوں نے 1946ء میں ووٹ کی طاقت سے ایک علیحدہ وطن کا خاکہ تعمیر کیا گیا تھا جہاں وہ دین اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ 27 ویں رمضان المبارک 1366ھ بمطابق 14 اگست 1947ء کو آزادی نصیب ہوگئی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ نیا ملک بنے 77 برس ہو چکے

ہیں مگر اہل وطن کا عملی طور پر نفاذ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ چونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس نئے ملک میں نفاذ اسلام کا وعدہ وفا کرنے کی بجائے مغربی جمہوریت کا نظام نافذ کر دیا جس کا خمیازہ برسوں سے بھگت رہے ہیں۔ حالیہ الیکشن میں اس جمہوریت کے نتیجے سے پوری قوم اضطراب کی کیفیت میں ہے۔ نہ جانے آگے کیا ہونے جا رہا ہے۔۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کی خیر کرے۔ پاکستانی سیاست میں جمہوریت کی تاریخ بڑی ہی ناگفتہ بہ ہے اور ہماری مشکلات میں آئے روز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے جس کی اصل وجہ سیاسی قیادت میں اہلیت کا فقدان ہے اور قوم سات عشرے گزارنے کے باجود منزل مراد سے کوسوں دور نظر آتی ہے۔ دین اسلام کے حوالوں سے آزادیٔ وطن کے پہلے چار سال ٹھیک اور اچھے رہے کیونکہ آزادی کے آغاز سے ہی 1951ء میں آئین ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کی منظوری دے کر ایک تاریخ رقم کر ڈالی جس میں مختلف دینی جماعتوں کے اکتیس علماء کرام نے باہمی اعتماد اور اتفاق کے ساتھ بائیس نکاتی دستاویز پر دستخط کر کے فرقہ واریت کا شور مچانے والے عناصر کا منہ بند کر دیا اور ان کو دندان شکن جواب دے کر ملّی یکجہتی کا پیغام دیا جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بنیادی اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر جمہوری طرز حکومت کے حوالے سے شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم نے مستحکم حکومت قائم کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے۔ وسائل کی کمیابی کے باوجود متوازن بجٹ منظور کیا گیا تھا اور کوئی بیرونی قرض نہ تھا اور معاملات اپنے وسائل کے اندر چل رہے تھے۔ پھر اچانک اس مملکت خداداد کو نظر لگ گئی یا پھر کسی آسیب کا سایہ لگ گیا اور قائد ملت لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور پھر اسلام اور جمہوریت دونوں میں پیش رفت ہونے کی بجائے پاکستان ترقی معکوس کی راہ پر چل پڑا۔ بدقسمت پاکستانی عوام کی کشتی اس بھنور میں ایسی پھنسی کہ آج 77 برس ہونے پر بھی ڈانواں ڈول ہے۔ دین اسلام بحیثیت نظام نافذ نہ ہوسکا البتہ اسلامی جمہوریہ پاکستان نام دے کر عام مسلمانوں کو مطمئن کر دیا گیا۔ نفاذ اسلام کے وعدے سے دانستہ طور پر انحراف کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست بننے کی بجائے یہ محض مسلمانوں کا ایک ملک بن گیا۔ اس طرح دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں مذہب کارڈ کا ریاستی معاملات میں دخل بند کر دیا گیا۔ انفرادی طور پر نمازیں پڑھیں روزے رکھیں زکوٰۃ بھی دیں مگر اجتماعی سطح پر حکومت سے اسلامی نظام کے عملی نفاذ اور سودی معیشت اور بے حیائی

کے فروغ سے نجات کے لیے خاموشی اختیار کریں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مغرب کے جمہوری معاشروں نے نظام حکومت میں کلیسا کی مداخلت بین کر دی ہے اور مکمل سیکولرازم کا نظام اپنایا ہے۔ 1951ء سے 1958ء تک لولی لنگڑی جمہوریت کا نظام چلتا رہا۔ اگرچہ چوہدری محمد علی 1956ء کا آئین بنانے میں کامیاب ہوگئے تھے مگر ایک ڈکٹیٹر جنرل محمد ایوب خان نے بزور شمشیر اقتدار پر قبضہ کر کے جمہوریت کا گلا دبا دیا اور دس سال تک اقتدار پر قابض رہا۔ 1970ء کے الیکشن کے نتیجے میں فوجی مداخلت ہوئی اقتدار منتخب اکثریتی پارٹی کو دینے سے انحراف کیا گیا جس سے سقوطِ مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا جو پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ پھر ملک کو 1973ء کے متفقہ آئین دینے والی پارٹی کی حکومت کو بھی جرنیل ضیاء الحق نے اپنے بوٹوں تلے روند ڈالا اور گیارہ سال اقتدار میں رہا بعد ازاں وقفے وقفے سے عوامی منتخب نمائندے حکومتیں بناتے رہے مگر کوئی مثالی کارکردگی دکھانے والی حکومت سامنے نہ آسکی البتہ سیاسی قائدین ایک دوسرے سے اُلجھتے اور ایک دوسرے پر تنقید اور کردار کشی کرنے کی روش پر گامزن رہے۔ پھر اکتوبر 1999ء میں جرنیل پرویز مشرف نے منتخب حکومت کو چلتا کیا اور مارشل لا لگا کر اقتدار پر قابض ہوگیا۔ ملک دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کا حصہ بنا وہ کئی سال تک اقتدار پر قابض رہا۔ آزادی حاصل ہونے سے لیکر آج تک متعدد بار جمہوری نظام کا راستہ روک کر عوامی مینڈیٹ کی توہین کر کے شخصی حکمرانی (آمریت) کو رواج دیا گیا۔ ماضی سے سبق سیکھنے کی بجائے ایک بار پھر سے مارچ 2022ء میں ممبران اسمبلی کی غیر جمہوری غیر اخلاقی طریقے سے وفاداریاں تبدیل کروائی گئیں اور من مرضی کے ایسے افراد کو جن پر اربوں کھربوں کی کرپشن ثابت ہو چکی تھی اور کئی ایک کو سزائیں بھی ہو چکی تھیں کو چن چن کر مسند اقتدار پر بٹھایا گیا۔ حکومت میں شامل پارٹیوں کے رہنماؤں نے اقتدار میں آ کر سب سے پہلے اپنے خلاف نیب میں کیسز کو ختم کروائے۔ اس طرح گیارہ سو ارب روپے کے کرپشن کے کیسز ختم کروا لیے جانے کی اطلاعات ہیں۔ سپریم کورٹ کے سامنے احتجاج اور ججز کو دھمکیاں دے کر عدالتی اداروں پر عدمِ اعتماد کی فضا بنائی گئی اور اعلیٰ عدلیہ جیسے ادارے کو بھی بے توقیر کرنے کے لیے متنازعہ بنایا دیا گیا۔ نگران سیٹ اپ بنا مگر وہ غیر جانبدار نہ رہ سکا اس کی کارکردگی پر ڈھیروں سوال اٹھے مگر انھیں نا صرف کلین چٹ دیدی گئی بلکہ بہترین

سہولت کاری کے عوض اکثر لوگوں کو منافع بخش عہدے دیے جا چکے ہیں۔

8 فروری کو حالیہ الیکشن میں وسیع پیمانے پر دھاندلی کے الزامات لگائے جا رہے ہیں اکثر پارٹیوں کی طرف سے فارم 45 اور فارم 47 میں ہیرا پھیری کر کے من مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے الزامات کی اطلاعات ہیں ۔ اقلیت کو اکثریت ثابت کرنے کے لیے اور کئی اہم شخصیات کو جتوانے کے لیے آر و صاحبان کی طرف سے بوگس نتائج دینے کے مسلسل الزامات کا شور ہے۔ کئی ججز اور سینئر بیورکریسی کی طرف سے موجودہ صورت حال میں کام کرنے سے معذرت اور مستعفی ہونے کی اطلاعات ہیں۔ وفاداریاں تبدیل کرنے کے لیے جس زور زبردستی کی اطلاعات ہیں۔ ملکی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ایسا دیکھا نہ سنا گیا۔ غیر اخلاقی و غیر آئینی طریقے سے وفاداریاں تبدیل کرانے اور فلور کراسنگ کے لیے نہ جانے کون سا حربہ ہے جو آزمایا نہ گیا ہو۔

خیر سے حکومت کی تشکیل ہو چکی ہے مگر ایسی جمہوریت پر سے عوام کا اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے اور عوام میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں معمول بن چکی ہیں۔ مغربی جمہوریت کے نام پر فسطائیت اور ظالمانہ نظام نافذ ہے گزشتہ سات عشروں سے ملک میں قومی خزانے کی لوٹ مار کی سیل لگی ہوئی ہے۔ اربوں کھربوں روپوں کے قرضے لے کر ذاتی جائیدادیں بنانے والے، ملکی خزانے میں خرد برد گھپلوں میں ملوث طاقتور بدمعاش، کرپٹ اشرافیہ بھیس اور پارٹیاں بدل بدل کر ملکی اقتدار پر قابض چلے آ رہے ہیں۔ ہر ادارہ کرپشن کی دلدل میں دھنس چکا ہے اور ذمہ داران آئین پاکستان کے تابع رہنے کی بجائے من مرضی کرتے نظر آتے ہیں۔ پریشان حال عوام مایوس ہو رہے ہیں۔ سیاسی صورت حال انتہائی حد تک ابتر، سنگین اور ملک افراتفری کا شکار ہے۔ ہمارے اندرونی سیاسی خلفشار سے فائدہ اُٹھا کر پڑوسی دشمن ملک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

؎ لاالہ کے دیس میں کشور حسین پر، المیہ ہی المیہ پاک سرزمین پر
دور تک اندھیرے ہیں ، یاس کے بسیرے ہیں
گھات میں لٹیرے ہیں ، غاصبوں کے ڈیرے ہیں
کیسی رات چھا گئی صبح آفریں پر، المیہ ہی المیہ پاک سرزمین پر

فلسطین میں مسجد اقصیٰ کی آزادی کی جنگ لڑنے والے غزہ کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ جہاں تادم تحریر 32 ہزار افراد شہید اور 75 ہزار سے زائد زخمی ہیں۔ عورتوں بچوں کو بڑی بیدردی کے ساتھ قتل کیا جا رہا ہے۔ ہسپتال تباہ کر دیے گئے ہیں۔ پورے علاقے کا انفراسٹرکچر ملیامیٹ کر دیا گیا ہے۔ انسانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی ہے۔ عالمی تنظیم نام نہاد یو این او کا شرمناک کردار ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مترادف ہے جس میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن امریکہ فلسطینیوں کی نسل کشی کی حمایت میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ جو غزہ کی صورت حال بارے ہر قرارداد کو ویٹو کر کے اپنی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مسلم حکمران بھی اس کے ہمنوا بنے اپنی حکومتوں کو بچانے کی فکر میں ہیں۔ غزہ کے محصور فلسطینیوں کے حق میں ایٹمی طاقت کے حامل پاکستان سمیت دیگر کسی بھی ملک سے جاندار آواز بلند نہیں ہو رہی لگتا ہے۔ اس المناک قضیئے سے نبرد آزما ہونے کی بجائے امت مسلمہ کی تنظیم (او آئی سی) اور خصوصاً عرب دنیا خواب غفلت کا شکار ہو کر میٹھی نیند کے مزے لے رہی ہے۔ جسے شاید غزہ کے مظلوم محصورین کے آخری فرد کے ہلاک ہو جانے کا انتظار ہے۔ مغربی ممالک میں لاکھوں افراد کے فلسطینیوں کی نسل کشی کے خلاف سڑکوں پر مظاہرے بھی ان مسلم حکمرانوں کے مردہ ضمیر کو نہ جگا سکے۔

؎ اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اشکوں کی روانی ہے عجب حشر بپا ہے
گھر گھر میں شب و روز فقط آہ و بکا ہے
جس سمت نظر کیجیئے عزا خانہ کھلا ہے
کیا کاتب تقدیر ہمیں بھول گیا ہے؟؟

بدقسمتی سے 57 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک میں بھی دین اسلام نافذ نہیں ہے۔ مسلم حکمران مغرب اور امریکی سامراج کے غلام ہیں جو ہمیشہ سے ان دشمنان اسلام کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں شاعر مشرق تصورِ پاکستان کے خالق علامہ محمد اقبال کے فرمودات پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جنھوں نے تو اپنی شاعری کے ذریعے نا صرف اس خطے کے مسلمانوں بلکہ ملت اسلامیہ کی آزادی کی جنگ لڑی اور انھیں غلامی سے نجات اور عظمت

رفتہ حاصل کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا تھا مگر آج نا صرف پاکستان بلکہ پوری امت مسلمہ پر غلامی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا چکے ہیں۔ ہم علامہ اقبال کے شاہین صفت مسلم نوجوان کی تربیت اور اس میں اسلامی تشخص بحال کرنے سے غافل رہ گئے۔ اپنے مسلم نوجوان کے جس تابناک مستقبل کا اقبال نے خواب دیکھا تھا وہ ادھورا ہی رہ گیا ہے۔ موجودہ حالات کو دیکھ کر آزادی کا تحفہ دینے والی شخصیات قائداعظم اور علامہ اقبال کی روح بھی پریشان ہوگی۔ ہوشربا مہنگائی مسائل کے انبار، اور قوم ابھی تک کسی مسیحا کی منتظر ہے، ملکی کشتی بھنور میں پھنسی ڈوبتی نظر آرہی ہے۔ ملکی معیشت دیوالیہ ہونے کی اطلاعات نے ہر پاکستانی کو نفسیاتی مریض بنا کر رکھ دیا ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر ختم ہونے کے قریب ہونے کی اطلاعات سے سنجیدہ حلقے پریشان ہیں۔ جبکہ وہی عناصر جن پر ملکی خزانے کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچانے کے الزامات تھے، اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہو چکے ہیں۔ مقتدر قوتیں خاموشی توڑیں مغربی جمہوریت کو خیر باد کہتے ہوئے 27ویں رمضان المبارک 1947ء کے دن جب ملک آزاد ہوا تھا تو قوم نے کلمہ طیبہ کے نام پر یک زبان ہو کر عہد کیا تھا کہ اس ملک کا نظام اسلامی ہوگا اب اس عہد کو وفا کرنے کا موقع ہے۔ اب رمضان المبارک کا مہینہ ہے اب 27ویں رمضان المبارک کو ہی فی الفور نفاذ اسلام کا عزم کر لیا جائے۔ پیارے رب العالمین سے کیا ہوا وعدہ وفا کر دیں گے تو ساری مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ اگر اس وقت کوئی راست اقدام نہ اٹھایا گیا تو ملکی سالمیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اب بھی وقت ہے اجتماعی سطح پر توبہ کریں اپنے طور واطوار بدلیں اور اپنے پیارے رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو کر توبہ تائب ہوں اور اپنی اصلاح کر لیں میرا پیارا رب معاف کرنے والا اور بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے۔۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

شجرِ غرقد

ڈاکٹر رب نواز خان چشتی
(ہومیو پیتھک ڈی، ایچ، ایم، ایس۔ آر، ایچ، ایم، پی، ڈیرہ غازی خان)

جنوری 2024ء کے شمارہ میں جو حدیث مبارکہ شائع ہوئی تھی اُس میں یہودی درخت غرقد کا ذکر ہوا تھا۔ فاضل مضمون نگار نے اس یہودی درخت سے متعلق وضاحتی مضمون 'شجر غرقد' حکمت بالغہ کے قارئین کرام کی معلومات کے لیے ارسال کیا ہے۔ جو کہ حاضر خدمت ہے۔ (ادارہ)

شجر غرقد (Lycium, Boxthorn) کے کئی نام ہیں جن میں شجر یہود، گونگا درخت یا یہود کا پاسباں درخت، برگد عام ہیں۔ غرقد'' ایک جنگلی درخت کا نام ہے جو خار دار جھاڑی کی صورت میں ہوتا ہے، مدینہ کا قبرستان جنت البقیع کا اصل نام بقیع الغرقد اسی لیے ہے۔جس جگہ یہ قبرستان ہے پہلے وہ غرقد کی جھاڑیوں کا خطہ تھا جو مدینہ کے اطراف، صحراؤں میں پایا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں اور مسلمان اُنہیں قتل کردیں یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپیں گے تو پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلمان، اے عبداللہ! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آؤ اور اسے قتل کردو، سوائے درخت غرقد کے کیونکہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے''۔

شجر غرقد، جو علمی طور پر "Gleditsia triacanthos" کہلاتا ہے، ایک مضبوط اور خوب صورت درخت ہے جو مختلف خوبصورتی اور فائدے فراہم کرتا ہے۔ یہ درخت عموماً

امریکہ اور کینیڈا میں پایا جاتا ہے اور دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

تفصیلات:

1۔ پتے اور شاخیں: شجر غرقد کے پتے ایک حلقہ دار، سبز رنگ کے ہوتے ہیں جو زیادہ تر 8-6 انچ لمبے ہوتے ہیں۔ اس کی شاخوں پر چھوٹے خارے ہوتے ہیں جو کہ اسے حفاظت فراہم کرتے ہیں۔

2۔ پھول اور پھل: شجر غرقد کے پھول عموماً پیلے یا سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کا بہار میں نکلنا ہوتا ہے۔اس کے پھل چھوٹے، چپکے اور میٹھے ہوتے ہیں۔

3۔ استعمالات اور فوائد:

(i) علاجی فوائد: شجر غرقد کے مختلف حصوں کا استعمال علاجی مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے پتوں اور پھلوں میں مختلف عناصر مثلاً اینٹی اوکسیڈنٹس، املا، اور وٹامن C شامل ہوتے ہیں جو عموماً موٹاپے، دماغی بیماریوں اور جلد کے مسائل کے علاج میں مددگار رہوتے ہیں۔

(ii) غذائی فوائد: شجر غرقد کے پھل میٹھے ہوتے ہیں اور ان کو مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ان کا جوس، جیم اور شربت بنایا جاتا ہے جو صحت بخش مواد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(iii) منظر نمائی: شجر غرقد عموماً پارکوں، باغات اور عوامی جگہوں میں لگایا جاتا ہے کیونکہ اس کا دلکش منظر پھول اور خوبصورتی محبوبیت کا باعث بنتا ہے۔

اس تصویر میں اس درخت کی سبز پتیوں، چھوٹے خاروں اور خوبصورت پھولوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مدیر کے نام

ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب۔ راولپنڈی

امید ہے کہ آپ جسم وجان کی صحت اور ایمان واعمال کی بہترین کیفیت کے ساتھ بخیر وعافیت ہوں گے۔ ماشاء اللہ! حکمت بالغہ ویسے ہی باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے جیسے انجینئر مختار فاروقی رحمہ اللہ کے حین حیات وصول ہوتا تھا۔ آپ نے اور آپ کی پوری ٹیم نے مجلّے کے ظاہری ومعنوی معیار وحسن کو جس طرح برقرار رکھا ہوا ہے اس پر آپ سب کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ دلی مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں۔ ’’قرآن کے ساتھ چند لمحات‘‘ کے ذیل میں اردو ترجمہ کے ساتھ محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کا نہایت ہی سادہ، سلیس اور خوبصورت ومؤثر انگریزی ترجمہ بہت عمدہ اضافہ ہے، جس سے تذکیر بالقرآن کا تقاضا زیادہ وسیع پیمانے پر ان شاء اللہ پورا ہوگا۔ اسی طرح مختار فاروقی رحمہ اللہ کے دورۂ ترجمہ قرآن کا اضافہ بھی پیغامِ قرآن کے فہم کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ دیگر مضامین کا سلسلہ حسب سابق معیاری ہے۔ آخری بیرونی صفحے پر ’’فکر فاروقی‘‘ بھی ایک اچھا اضافہ ہے۔ حالاتِ حاضرہ پر برادرم عبداللہ ابراہیم کا ذیلی سرخیوں کے ساتھ جائزہ عام قارئین حکمت بالغہ کے علاوہ رفقائے تنظیم اسلامی کی آگاہی کے لیے بھی بہت مفید ہوگا۔ اس سلسلے کا عنوان ’’یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ (ﷺ) است‘‘ تو کمال کا اضافہ ہے جس سے روحِ اقبال کو سکون ملا ہوگا کیونکہ اقبال کے تصورِ پاکستان کا جو حشر 76 سال سے ہو رہا ہے اس پر تو ان کی روح روزانہ ہی تڑپتی ہوگی۔ کلمہ طیبہ کے نعرے کی گونج میں یہ ملک حاصل کر کے، اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کا جو رویہ ہم پون صدی سے اپنائے ہوئے ہیں اس

پر روح اقبال تو شرمسار ہوگی اس لیے کہ اس نے ''ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے''
کے ادراک وشعور کے باوصف یہ کہہ دیا تھا کہ

میر عرب (ﷺ) کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے ،میرا وطن وہی ہے

ادھر روحِ محمدی ﷺ بھی بے تاب ہوگی کہ جس طرف سے بدنِ محمدی ﷺ کے اندر اس نے ٹھنڈی ہوا کا لمس محسوس کیا تھا اس طرف سے عرصہ بیت گیا کوئی خوشگوار خبر نہیں آئی بلکہ اب تو صورت حال بقول حالؔی یہ ہے کہ

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں آج وہ غریب الغربا ہے

وہ عالم گیر اُمت جسے دنیا کی امامت پر فائز کر کے آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تھے وہ آج محدود ملکی سرحدوں کے اندر مقید ہو کر رہ گئی ہے۔ نتیجتاً مسلمان جگہ جگہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ تازہ واردات جو صیہونی یہودی ملعونوں کی طرف سے نہتے فلسطینی مسلمانوں پر غیر انسانی مظالم کی شکل میں ہوئی وہ اسی وجہ سے ہے کہ کوئی ایک مسلم ملک بھی ایسا نہیں کہ جہاں اللہ کی کبریائی کو بالفعل تسلیم کیا جاتا ہو۔ نبوت کا قائم مقام ادارہ خلافت جس کو منہاجِ نبوی ﷺ کے مطابق پوری دنیائے انسانیت کو عدل وراستی پر قائم کر کے اسے ہر طرح کے ظلم وتعدی سے پاک کرنا تھا وہ ایک صدی ہونے والی ہے، زمیں بوس پڑا ہے اور اس کو قائم وبحال کرنے کے لیے مسلمانوں کے اندر شعور ہی نہیں ہے، ایسے میں ''ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ﷺ است''، یعنی 'نظام مصطفیٰ ﷺ' کی طرف حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں توجہ دلانا، آپ کا ایک جرأت مندانہ اور بروقت اقدام ہے۔ اس کو اقامت دین کے قافلہ کی ترجمانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ کا اداریہ بھی ماشاء اللہ جاندار ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کو راہ حق پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ (ﷺ) است

عبد اللہ ابراھیم

(اس مضمون میں 21 فروری سے 20 مارچ 2024ء تک کے نمایاں واقعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے)

1 غزہ میں اسرائیلی جارحیت کا تسلسل

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو اب 5 ماہ سے زائد ہو گئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مفاہمتی قوتوں کی طرف سے جنگ بندی کی کوششیں ابھی تک بے سود ہیں، مذاکرات ابھی بھی جاری ہیں مگر کوئی معاہدہ طے نہیں پا سکا۔ اسرائیل کی طرف سے ہسپتالوں خصوصاً شفا ہسپتال، امداد کے مراکز اور عوامی مقامات پر حملے اور بمباری جاری ہے۔ شمالی غزہ اور درمیانی علاقے کو مکمل تباہ کر دیا گیا ہے، تقریباً تمام عمارتیں مسمار کر دی گئی ہیں۔ اب رفح کراسنگ کا علاقہ بچا ہے اور وہاں بھی حملے کیے جا رہے ہیں، تاہم بڑا آپریشن ابھی تیاری کے مراحل میں ہی ہے۔ اب تک 32 ہزار سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس سے دوگنا تعداد زخمیوں کی ہے۔ مسلمان بطور اُمت اور بحیثیت قوم اپنے فلسطینی بھائیوں کے لیے کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ غزہ کے لوگوں تک خوراک کی رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی۔ اتنے مشکل حالات میں بھی اسلامی مزاحمتی قوتوں کا جہاد جاری رکھنا اور دستیاب وسائل کے ساتھ جمے رہنا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم یہ معجزہ مسلمان عوام اور خصوصاً حکمران طبقات کی بے حسی پر حجت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانی، مالی اور ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صورتحال نہایت پریشان کن اور اگلی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

2 پاکستان کی نئی سیاسی حکومت کا قیام

بالآخر مارچ کے شروع میں نئی حکومت نے (شہباز شریف کی زیر قیادت) معاملات سنبھال لیے ہیں۔ وہ پہلے سے مقتدرہ کے پسندیدہ تھے، آصف زرداری صاحب صدر منتخب ہو گئے ہیں۔ حکومت پر مقتدرہ کی چھاپ گہری ہے اور کلیدی عہدوں پر ان کے پسندیدہ حتیٰ کہ نگران حکومت کے لوگ براجمان ہو گئے ہیں۔ نواز شریف صاحب غیر متعلق سے ہو گئے ہیں، عمران خان زیر عتاب ہیں۔ لگتا ہے کہ موجودہ فوجی سربراہ تک تو یہی نظام چلے گا۔

یہ بڑی مایوسی کی بات ہے کہ سیاسی مسائل الیکشن کے بعد کم نہیں ہوئے بلکہ بڑھ گئے ہیں۔ بہرحال نئی حکومت کو چلنے دینا چاہیے تاکہ کچھ آگے کا سفر ہو۔ بہرحال ہمارا بطور ملک دائروں میں سفر اور مقتدرہ قوتوں کی اپنی ہٹ دھرمیاں کافی مایوس کن ہیں۔ بطور مسلمان ہمیں لوگوں کو دین کی دعوت اور توبہ کی پکار کو تیز تر کر دینا چاہیے۔

3 پاکستان کی معاشی صورتحال اور آئی ایم ایف سے معاہدہ

نئی حکومت کے آنے کے بعد 14 سے 19 مارچ تک آئی ایم ایف کے لوگوں نے پاکستان کا دورہ کیا اور ان کا 1.1 ارب ڈالر کی ادائیگی کے لیے بنیادی اتفاق ہو گیا ہے۔ پاکستان کی معاشی صورتحال میں ستمبر 2023ء سے کافی استحکام چل رہا ہے۔ ڈالر 279 روپے پر مستحکم ہے اور اس کی قدر درآمدات، برآمدات اور بیرونِ ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے مل کر گرفت میں دکھائی دیتی ہے۔ تاہم ہم نے آئی ایم ایف سے مزید 6 سے 8 ارب ڈالر کے قرض کی بات شروع کر دی ہے۔ آئی ایم ایف اس کے لیے کڑی شرائط عائد کرے گا بلکہ ناکوں چنے چبوائے گا اور اس سال بیرونی قرضوں کی کافی ادائیگیاں بھی ہیں۔ لہٰذا اگلے 6 ماہ بڑے مشکل ہوں گے کیونکہ حکومت آئی ایم ایف کی ہر بات مان رہی ہوگی۔ اصل حل تو اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ہے۔

4 امریکہ کے صدارتی انتخابات اور اس کے پاکستان پر اثرات

5 نومبر 2024ء کو امریکہ میں 2025-2028 کی مدت کے لئے صدارتی انتخابات

منعقد ہوں گے اور قوی امکان ہے کہ پچھلی دفعہ کے حریف جو بائیڈن اور ڈونلڈ ٹرمپ اس دفعہ بھی مدمقابل ہوں گے۔ دونوں اپنی اپنی جماعتوں کی طرف سے نامزدگی جیت چکے ہیں اور رسمی اعلان ہی باقی ہے۔ ٹرمپ کا اپنی پارٹی کی طرف سے نامزد ہونا غیر معمولی بات ہے، عالم اسلام کے لئے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ تاہم ڈیموکریٹ بظاہر میٹھے اور اندر سے خطرناک اور ٹرمپ بظاہر کڑوا مگر صاف گو ہے۔ پاکستان میں ٹرمپ کو عمران خان کے حق میں تصور کیا جاتا ہے۔ ٹرمپ کے جیتنے کا امکان ذرا زیادہ ہے اور اس سے پاکستان میں نئی اکھاڑ پچھاڑ شروع ہو جائے گی۔

5 بھارت میں انتخابات اور بی جے پی کی مستحکم پوزیشن

بھارت میں 19 اپریل سے 1 جون 2024ء تک 7 مرحلوں میں قومی اسمبلی (لوک سبھا) کے لیے انتخابات ہو رہے ہیں۔ یہ 96 کروڑ ووٹر کے ساتھ دنیا کے سب سے بڑے انتخابات ہیں 2014ء سے بھارت میں نریندر مودی کی قیادت میں بی جے پی کی اتحادی حکومت چل رہی ہے اور کانگریس کا اتحاد شکست کھا تا رہا ہے۔ اس دفعہ بھی ایسی ہی صورتحال دکھائی دے رہی ہے۔ بھارت میں معاشی پالیسیوں میں تسلسل رہا ہے اور اس وجہ سے وہ عالمی سپر پاور بنتا جارہا ہے۔ اس میں بی جے پی کا بھی حصہ ہے تاہم مودی کی حکومت کی واضح مسلم دشمن پالیسیاں اور اس کے نتیجے کے طور بھارتی معاشرے کا مسلم دشمن جنون انتہائی پریشان کن ہے۔ بھارت ایک بڑے اسرائیل کا روپ دھارتا جارہا ہے اور وہاں مسلمانوں سے انتقام کی آگ بھڑکائی جارہی ہے۔ اللہ بھارتی مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

6 پاکستان میں امن وامان کی کمزور صورتحال اور افغانستان سے کشیدگی

پچھلے دو ماہ سے پاکستان کی امن وامان کی صورتحال میں وقتی بہتری آئی تھی مگر صورتحال دوبارہ مخدوش ہوگئی ہے۔ 16 مارچ کو میر علی میں فوجی مرکز میں حملے میں دو افسر اور 5 جوان شہید ہوگئے۔ اس کے جواب میں پاکستان نے قبائلی علاقے میں جوابی کارروائی کی اور افغانستان کے خوست اور پکتیا کے صوبوں میں فضائی حملے کئے۔ 21 مارچ 2024ء کو ٹانک کے قریب ایک فوجی قافلے پر حملے میں دو فوجی شہید اور 22 زخمی ہوگئے۔ یہ حملے کافی خطرناک ہیں تاہم پاکستان کا

افغانستان پر حملہ اور اس کی فضائی حدود کی خلاف ورزی اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور پاکستان کے لئے مستقل خطرہ اور مسلمان دشمنوں کی خوشی کا باعث ہوں گے۔

7 افغانستان کی تازہ صورت حال

☆ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات دوبارہ کشیدہ ہوگئے ہیں۔ پاکستان نے اپنے ملک میں فوج پر حملوں کا الزام افغانستان پر عائد کیا اور اس پر جوابی فضائی حملے کئے۔ جواب میں افغانستان نے بھی پاکستانی سرحدی علاقوں پر حملے کا دعویٰ کیا ہے۔ پاکستان نے افغان مہاجرین پر دوبارہ سختی کا اعلان کیا ہے، پاکستان کے اس حملے کے کافی منفی نتائج ہو سکتے ہیں۔ ☆ 28 فروری کو جمعیت علمائے اسلام (س) کے وفد نے حامد الحق حقانی کی زیر قیادت 5 روزہ دورہ کے موقع پر افغان نائب وزیر اعظم مولوی عبدالکبیر سے ملاقات کی۔ ☆ 8 مارچ کو افغان وزارت خارجہ نے بھارت سے سیاسی اور اقتصادی تعلقات میں توسیع کی خواہش کا اظہار کیا۔ ☆ 9 مارچ کو کرم ضلع میں سرحد پر پاک افغان جھڑپ ہوئی۔ ☆ 10 مارچ کو وسطی ایشیائی ممالک کے افغانستان کے ذریعے بجلی کی فراہمی کا معاہدہ ہوا۔ ☆ 16 مارچ کو افغان وزیر خارجہ امیر خان متقی اور پاکستانی وزیر خارجہ اسحاق ڈار کے درمیان فون پر بات ہوئی۔ ☆ 18 مارچ کی صبح پاکستان نے افغان صوبہ خوست اور پکتیا پر فضائی حملے کئے۔ ☆ 18 مارچ کو ہی افغان وزارت دفاع نے پاکستان پر جوابی حملوں کی بات کی۔

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی
نفس ہندی، مقامِ نغمہ تازی!
نگہ آلودۂ اندازِ افرنگ!
طبیعت غزنوی، قسمت ایازی!

فرمودۂ اقبال

در بدن داری اگر سوزِ حیات
ہست معراجِ مسلماں در صلوٰت

ور نداری خونِ گرم اندر بدن
سجدۂ تو نیست جز رسمِ کہن

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دین
عیدِ محکوماں ہجومِ مومنین!

ترجمہ: اے مسلمان! اگر تو اپنے سینے میں سوزِ حیات (آزادی کی آرزو) رکھتا ہے تو نماز میں تیری معراج ہے اور اگر تیرے بدن میں گرم خون (آزادی کا جذبہ) نہیں ہے تو تیرا سجدہ ایک پرانی رسم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آزاد قوموں کی عید تب ہوتی ہے جب ملک باوقار ہو اور دین سربلند ہو۔ محکوم لوگوں کی عید اس کے سوا کچھ نہیں کہ کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کا ہجوم جمع ہو گیا اور بس۔

آزادی ایک نعمت خداوندی ہے اور اس کے لیے جدوجہد ایک اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے جہاد ہی حقیقی مسلمانوں اور مؤمنوں کا شیوہ ہے اور اس راہ کی کامیابیاں ہی مسلمانوں کی حقیقی عیدیں ہوتی ہیں۔ افسوس کے ایسی عیدیں دیکھنے کے لیے اُمت مسلمہ کی آنکھیں کئی نسلوں سے ترس رہی ہیں۔ ایسی شان وشوکت ہی مسلمانوں کی عید کہلانے کی مستحق ہے جس سے ملک وقوم و دین کو دنیا میں عزت ملے وگرنہ آج ہم مسلمانوں کی عید تو صرف مسلمان نام والے لوگوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے یا 40 لاکھ افراد کا حج کا اجتماع ہوتا ہے جس کا ذرّہ برابر اثر مغربی صہیونی بالادست استعمار پر نہیں پڑتا اور وہ اسے مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ اے مردِ مسلمان! ایسی صورت حال سے نکل اور مغربی افکار و نظریات کی بالادستی کے خلاف بغاوت کر، کہ وہ سراسر ایمان اور ایمانی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

(کلام اقبال فارسی نظم: سیاساتِ حاضرہ)

تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

افلاس ہے رقص کناں جن کی ٹوٹی پھوٹی کٹیاؤں میں
تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

ان افغانی کہساروں میں، جن کے ماں باپ شہید ہوئے
ان معصوموں کی چیخیں ہر سو، پھیل رہی ہیں فضاؤں میں
تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

بھارت کے ظلم کی دھوپ میں وہ کشمیری قافلہ پا پیادہ
ہے جن کی طلب کہ آ کر بیٹھیں پاکستان کی چھاؤں میں
تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

وہ بنگلہ دیشی کیمپوں میں جو روز دعائیں کرتے ہیں
اس پاکستان سے اُلفت کی زنجیر ہے جن کے پاؤں میں
تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

اس مسجدِ اقصیٰ کی چھت پر اور صحن میں جن کا بسیرا تھا
وہ سارے کبوتر جو محصور ہیں خون آشام بلاؤں میں
تم اپنی عید منا کر اُن کو بھول نہ جانا دُعاؤں میں

فکرِ فاروقیؒ

14 اگست 1947ء کورات بارہ بجے (13 اور 14 اگست کی درمیانی شب) جب ریڈیو سے اعلان ہوا کہ 'یہ ریڈیو پاکستان ہے' تو یہ شب 'شب قدر' یعنی لیلۃ القدر تھی۔ آزادی اور 27ویں رمضان المبارک کی مبارک شب ـــــ اس قِرانِ سعدین سے اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ 'اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ' (ہم نے اس (قرآن مجید) کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے)......اور شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اُتارا گیا جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کی واضح نشانیاں رکھتا ہے اور آسمانی و ابلیسی پروگراموں میں فرق واضح کرتا ہے) ـــــ گویا ہمارے ربّ نے مستقبل کے تمام فتنوں سے آگاہی کے لیے جو کتاب اُتاری ہے اس کے نزول کی شب کو 'قیامِ پاکستان کی شب' بنا دیا۔

ہماری آرزُو ہے کہ ـــــ غیر سرکاری سطح پر تمام مساجد میں رمضان المبارک کی 27ویں شب کو قرآن مجید کے نزول، قیام پاکستان اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے باہمی مربوط تین حقیقتوں کا ایمان افروز 'بیان' ہو۔ تاکہ عوام میں یہ شعور اُبھرے کہ پاکستان اور قرآن ناقابل تقسیم وحدت ہیں۔

ان شاء اللہ اس طرح ہمارے ملک میں ملّی یکجہتی کو فروغ حاصل ہوگا، اختلافات کم ہوں گے، ملکی سیاست اور میڈیا میں سیکولرازم کی بجائے مذہبی جذبات کی آبیاری ہوگی اور ملت اسلامیہ پاکستان کے دینی اہداف کی صحیح نشاندہی ہوگی اور یہی عمل ہمارے آباء واجداد کی قیام پاکستان کے لیے قربانیوں کا اعتراف بھی ہوگا اور ان کی روحوں کو سکون بخشنے کا ذریعے بھی۔ (حکمت بالغہ جولائی 2016ء)